یارِ مہرباں

الطاف عزیزانی

یارِ مہرباں

الطاف عزیزانی

marfat.com

(جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ)

نام کتاب	_____	یار مہربان
مرتب	_____	الطاف عزیزانی
تعداد	_____	ایک ہزار
ایڈیشن(اول)	_____	رجب المرجب 1420ھ نومبر 1999ء
قیمت	_____	50 روپے
طابع	_____	معظمی پرنٹرز، راولپنڈی
	_____	فون: 586667-527944
کمپوزنگ	_____	اے۔ رحمٰن

ملنے کا پتہ:

محمد احمد صاحب

سرائے احمد، سیدا شریف، ضلع منڈی بہاؤالدین

فون: 545220 , 545020 (0456)

marfat.com

پہلی بات

"یار مہرباں" اور آپ کے درمیان ربع صدی سے کچھ اوپر تک چند مجبوریاں حائل رہیں۔ ارادہ تھا کہ خواجہ صدیق احمد سیدوی کے مکمل حالات پر مشتمل سوانح عمری پیش کی جائے مگر کوئی صاحب بھی یہ بارگراں اٹھانے کی ہمت نہ کرپائے۔ سوچا' کیوں نہ پہلی قسط میں آپ کے مضامین و مکاتیب شائع کر دیئے جائیں تاکہ یہ سرمایہ محفوظ ہو جائے۔ لہٰذا آپ کے وہ مضامین جو ماہنامہ "سلسبیل" میں چھپا کئے اور دستیاب ہوگئے' اکٹھے کرکے شائع کروائے جارہے ہیں۔ یہ ایک مشکل کام تھا کیونکہ ادارہ سلسبیل ختم ہوچکا' پسماندگان نے رسالے کی کاپیاں نہ سنبھالیں۔ پھر چند صاحبان جنوں کے پاس چیدہ چیدہ اشاعتیں مل گئیں جن سے یہ ذخیرہ دستیاب ہوسکا۔ ان حضرات میں جناب مولانا ظہور احمد صاحب قدس سرہ' اور جناب حافظ غلام قادر صاحب مدظلہ' کے ذوق کا مداح بھی ہوں اور ان کی اعانت کا شکر گذار بھی۔ ایک مضمون جناب سید کرم شاہ صاحب مرحوم کا شامل کیا گیا ہے کہ وہ حضرت مذکور اور ان کے مربی کے درمیان تعلق کے صرف چشم دید گواہ ہی نہ تھے بلکہ انہوں نے راز ہائے درون خانہ کو وا کرنے کا حوصلہ بھی کر ڈالا۔

سلسبیل کی عدم دستیابی کا شاخسانہ ہے کہ ایک مضمون ایک قسط کے بغیر ہی شامل کرنا پڑا۔ اگر مستقبل میں مہیا ہوگیا تو آئندہ ایڈیشن میں شامل کر دیا جائے گا۔ اگر آپ کے پاس حضرت موصوف کا کوئی مضمون یا تحریر ہو تو بھجوا دیجئے کہ آئندہ ایڈیشن کی زینت بن سکے۔ حضرت سیدوی کے مکاتیب جمع کر لئے گئے ہیں امید ہے ایک سال میں وہ بھی شائع ہو جائیں گے۔

آیئے! تاخیر کی وجوہ کو نظر انداز کرکے کتاب کے حسن سے لطف اندوز ہوں۔

marfat.com

دوسری بات

"یار مہرباں" کتاب کا نام ہے، عنوان نہیں۔

الطاف عزیزانی

یکم جمادی الثانی ۱۴۲۰ھ

۱۲ ستمبر ۱۹۹۹ء

marfat.com

بارگاہ طریقت میں حاضری اور اس کے گہرے اثرات

یعنی شیخ طریقت حضرت سید نورالحسن شاہ صاحب قدس سرہ' کیلیانوالہ شریف کی خدمت میں حاضری کے تاثرات جو ترجمان الحقیقت شیخ الطریقت حضرت محمد عمر صاحب سجادہ نشین خانقاہ عالیہ بیربل شریف کے ارشاد پر قلمبند کئے گئے۔

(بحوالہ ماہنامہ سلسبیل لاہور' اگست' ستمبر' اکتوبر ۱۹۶۵ء)

حاضری سے پہلے کا دور اور حال

۱۹۱۶ء کا زمانہ تھا جبکہ میری ولادت ایک ایسے گھر میں ہوئی جن کا اوڑھنا بچھونا علم و فقر بن چکا تھا۔ اس وقت میرے والد ماجد حضور قبلہ عالم خواجہ محبوب عالم خلیفہ اعظم قطب العالم خواجہ توکل شاہ قدس سرہ' کا مسند ارشاد عروج پر تھا۔ آپ ہی کے دم قدم سے اس غیر معروف بستی کو شہرت دوام حاصل ہوئی اور یہ بستی سیدا شریف کے نام سے زبان زد خاص و عام ہوئی۔ ۱۹۱۷ء میں آپ کا وصال ہوگیا گویا میں صرف ایک سال بعد شفقت پدری سے محروم ہوگیا۔ لیکن صاحبزادگی و پیرزادگی کی مسند پیدا ہوتے ہی مل گئی۔ ہوش سنبھالا تو پیری و مریدی کا پورا سماں سامنے تھا' گدی بن چکی تھی' عرس ہوتا تھا' معتقدین آتے اور عقیدت کی نگاہوں سے دیکھتے' ہاتھوں کو بوسہ دیتے' نذرانے پیش کرتے۔ علم کی کمی تھی سو اسے پورا کرنے کے لئے گھر سے تعلیم کی ابتدا ہوئی اور دارالعلوم دیوبند میں اس کی تکمیل ہوئی۔ ۲۱ سال کی عمر میں سند لے کر گھر واپس آچکا تھا۔ اس وقت ذہن یہ تھا کہ بس علم کی کمی تھی سو وہ پوری ہوگئی' مسند

marfat.com

ارشاد سنبھالنے کی دیر ہے کام خوب چک اٹھے گا' سلسلہ طریقت اور بیعت پہلے سے قائم ہے لوگوں کو رجوع لازمی امر ہے لوگ ہمارے چشم براہ ہوں گے۔ راجہ اندر کی پریوں والے اکھاڑے کے سے تصور میں مست' صرف اس خیال نے تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد کسی علمی شعبہ میں ترقی کرنے سے بالکل باز رکھا کہ بس یہی ایک آخری منزل تھی سو وہ طے ہوگئی ہے۔ آتے ہی اپنا آبائی مسند ارشاد سنبھال لیا۔ آبائی طریق پر سال میں ایک بار دورہ مریدین بھی شروع کر دیا۔ اپنے مشائخ کے اعراس پر بھی آمد و رفت شروع کردی۔ رسمی وردو وظائف بھی گاہے بگاہے چلنے لگے۔ لیکن مشیخیت کا جو معیار میرے ذہن میں تھا وہ تو کجا بلکہ اس کے خلاف اور سراسر خلاف واقعات حالات اور معاملات زندگی نے کچھ ایسا پلٹا کھایا اور بادمخالف کے طوفان کچھ اتنے تندو تیز چلے کہ کشتئ حیات ان طوفان خیز اور متلاطم موجوں میں ہچکولے کھانے لگی۔ خیال یہ تھا کہ آج نہیں تو کل ڈوبی۔ خیالی اور وہمی یا ہوائی قلعے جو ذہن خام نے تعمیر کئے تھے وہ ایک ایک کرکے بنیادوں سمیت گرتے نظر آرہے تھے۔ اپنی مشیخیت کی دھجیاں اپنے سامنے بکھرتی نظر آرہی تھیں ان کو قائم رکھنا نہ تو میرے علم کے بس میں تھا نہ ہی پیرزادگی کا افسوں کارگر ہورہا تھا۔ خود غلط بود آنچہ ماپنداشتیم۔ جو دیکھا وہ خواب تھا اور جو سنا افسانہ تھا۔

زندگی کے یہ سات سال صبرو شکیب کی آزمائش کے بڑے کٹھن سال تھے اس سے زیادہ کیا کہوں کہ سب سے زیادہ تلخ گھونٹ تھے جو جام حوادث نے میرے لبوں سے لگائے اور میں نے بغیر کسی شکایت کے پی لئے البتہ اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ ان کی تلخی آج تک گلوگیر ہے اور شاید تازندگی رہے۔

رگ و پے میں جب اترے زہر غم تب دیکھئے کیا ہو
ابھی تو تلخی کام و دہن کی آزمائش ہے

۱۔ حسین عورتوں کا مجمع۔ رقص و سرود کی محفل
۲۔ جو کچھ ہم سمجھتے رہے وہ غلط تھا۔

marfat.com

اس عالم کے تصرفات کا بھی عجیب عالم ہے۔ یا تو یہ حال تھا کہ تعمیر ہی تعمیر نظر آرہی تھی یا اب سوائے تخریب اور ویرانی کے کچھ رہا ہی نہ تھا۔ انبساط ہی انبساط تھا اور اب سوائے انقباض کچھ حاصل نہ تھا۔ انسانی زندگی کے دو ہی حال ہیں آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا۔ آگے بڑھنا تو کجا پیچھے اس حد تک ہٹ چکا تھا کہ اس جہان میں یکہ و تنہا رہ گیا۔

نہ یارے آنچناں محرم کہ ازوئے یاریئے آئد[1]
نہ دلدارے چناں مشفق کہ ازحال حسن پرسد

زندگی کے ان تلخ حقائق نے ایک نئے خیال اور ایک نئے جذبہ کو جنم دیا اور شعوری و غیر شعوری طور پر اس کی پرورش شروع کردی۔ طلب و جستجو کی نئی راہیں کھلنے لگیں، مدتوں کی رکی ہوئی طبیعت میں جنبش ہوئی، رشتہ کار کی جو گرہ ذہن و دماغ کی پیہم کوششوں سے نہ کھل سکی تھی دل کے جوش بے اختیار سے خود بخود کھل گئی۔ اپنی گدی کی حقیقت اور اپنی بے مائیگی پورے طور پر عیاں ہوگئی اور اس الٹ پلٹ سے یہ حقیقت بھی ثابت ہوگئی کہ اس منصب کے لئے علم سے کہیں زیادہ طریقت کی ضرورت ہے اور یہ مشکلات جو عقدہ لاینحل[2] بنی ہوئی ہیں ان سب کا واحد حل صرف اور صرف طریقت کا حصول ہے۔ آخری فیصلہ یہ تھا کہ یا تو اس مقام کو خیرباد کہہ دو یا پھر طریقت حاصل کرو۔ اس مقام کو چھوڑنا بھی اپنے بس سے باہر تھا۔ شائد چھوڑ ہی دیتا۔ جذبہ بغاوت کئی بار ابھرا مگر خاندانی روایات کی گرفت کچھ اتنی سخت تھی کہ بغاوت نہ کرسکا اور اپنے آپ کو عاجز پایا۔ بس اب صرف ایک ہی راہ تھی کہ طریقت حاصل کرو۔ اب یہ ایک نئی منزل تھی جہاں سے اب کمربستہ ہوکر سفر کے لئے تیار ہونا پڑا۔ نئی ہمت اور نئے ولولہ کے ساتھ رخت سفر باندھا اور چل کھڑا ہوا۔ آخری منزل کہاں ہے کوئی پتہ نہ تھا۔

۱۔ نہ ہی یار اتنا محرم تھا کہ اس سے دوستی کی بو آتی۔ اور نہ دلدار ہی اتنا مشفق ہے کہ حسن کا حال ہی پوچھ لے۔
۲۔ نہ کھلنے والی گرہ

marfat.com

کس[1] نمی گوئدم از منزل آخر خبرے
صد بیاباں بگذشت و دگرے درپیش است

اس نتیجہ پر پہنچنے سے آلام و مصائب انعام نظر آنے لگے۔ اگرچہ رنج و غم طاری ہونے سے انسان کو ایک طرح کی پستی محسوس ہوتی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ اگر درد و غم اور رنج نہ ہوتے تو انسان اس مادی زندگی میں مست ہو کر روح کی گہرائیوں میں غوطہ نہ لگاتا اور نہ ہی اس میں دوسروں کے لئے درد دل پیدا ہوتا' نہ اسے صبر سے تکمیل نفس کی مشق ہوتی۔ جن لوگوں کو مادی اسباب حیات کی فراوانی اور دنیاوی کامیابی سے ہمیشہ مسرت ہی محسوس ہوتی ہے ایسے لوگوں کا شعور نہایت سطحی ہوتا ہے اور وہ اسرار حیات سے بیگانہ ہوتے ہیں۔ محرومی و ناکامی سے دل پر چوٹ لگتی ہے جو چشم بصیرت کوواکرتی ہے۔ چوٹ کھا کے دل زیادہ بصیر و علیم ہو جاتے ہیں غالبا درجہ حیات میں ان کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

غم و الم کی پستی بھی انسان کو بلند کرنے کا ایک لازمی ذریعہ ہے۔ یہ بحر آلام میں ڈوبنے کا ہی نتیجہ تھا کہ یہ سمجھ میں آیا کہ شاہراہ طریقت پر گامزن ہونا ہی سعادت دارین کی ضمانت ہے۔

طریقت کے فوٹو

طریقت کے پہچاننے میں مجھے کوئی دقت محسوس نہ ہوئی آخر یہ میرے گھر کی چیز تھی' طریقت میری فطرت تھی' طریقت میرا خون تھا' میرا خمیر اسی سے بنا تھا' طریقت کے گھر پیدا ہوا' طریقت کی گود میں پلا' میرے گرد و پیش طریقت ہی طریقت تھی۔

ا۔ کوئی بھی مجھے آخری منزل کی خبر نہیں دے سکتا۔ سینکڑوں بیاباں طے کر چکنے کے بعد بھی ایک دوسرا سامنے ہے۔

marfat.com

طریقت کے خاموش فوٹو اور بولتی تصویریں میرے سامنے تھیں۔ اگرچہ اپنے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و تربیت سے تو محروم رہا اور ان کا ذاتی نمونہ بھی میرے سامنے نہ تھا، لیکن آپ کی تصنیفات طریقت جن کو خاموش فوٹو' اور آپ کی بنائی ہوئی جماعت اور آپ کے خلفا جو طریقت کی بولتی تصویریں تھیں میرے سامنے تھیں صرف ماحول کے غبار چھٹ کر ذہن کے تبدیل ہونے کی ضرورت تھی سو وہ غبار چھٹ چکا تھا۔ یہ سب کچھ میرے مطالعہ میں آیا اور طریقت کا ایک موٹا سا خاکہ اور اس کے سادہ سے خدوخال میرے ذہن نشین ہوگئے اور اب کسی مربی طریقت کی تلاش کی دھن سر میں سماگئی۔ بے قراری کسی کروٹ چین نہ لینے دیتی تھی۔ یہ ایک کانٹا تھا جس کی چبھن ہر وقت کھٹکتی رہتی۔

طلب و جستجو کے سات سال

نالہ[1] از بہر رہائی نہ کند مرغ اسیر
خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نبود

کہاں کہاں نہ پھرا اور کس کس در کی خاک نہ چھانی۔ اپنے سلسلہ کے خلفاء کے پاس گیا انہوں نے سبق دئے' توجہات سے مجھے نوازا' شفقت و محبت سے پیش آئے (یہ ایک لمبی کہانی ہے یہاں اس کی ضرورت نہیں) مگر ہر جگہ سے مایوس پھرا۔ میرے پاس طریقت کا ایک ہی معیار تھا کہ کسی کی توجہ اور صحبت' اس کے کلمات طیبات' تغیر نفسی کا سبب بنیں۔ کیونکہ میرے امراض و عیوب کا علاج تغیر نفسی تھا جو میرے قلب و ذہن کی کایا پلٹ کر رکھ دے۔ مگر کسی دارالشفاء کا نسخہ میرے کارگر نہ ہوا۔

---

[1] قیدی پرندہ آزادی کے لئے فریاد نہیں کرتا (بلکہ) افسوس کرتا ہے کہ ایک زمانہ گرفتار کیوں نہ رہا۔

marfat.com

حضرت کیلیانوالہ شریف کی حاضری

یہ وہ وقت اور زمانہ تھا کہ قبلہ عالم حضرت سید نورالحسن شاہ صاحب قدس سرہ قطب الارشاد حضرت میاں صاحب شرقپوری کی خلافت سے مشرف ہو کر حضرت کیلیانوالہ شریف میں مسند ارشاد پر جلوہ افروز تھے اور رشد و ہدایت کی تجلیات سے ایک عالم کو جگمگا رہے تھے اور تشنگان راہ ہدایت کو سیراب فرما رہے تھے اور سعید روحیں اس آب حیات کے چشمہ پر آمڈ آئی تھیں۔ آپ کا مسند ارشاد اس وقت عین شباب اور جوبن پر تھا۔ عوام و خواص سے گاہ بگاہ آپ کے فقر و طریقت کی تعریف سننے میں آتی تھی اور کبھی کبھار ہمارے علاقے سے آپ کے متوسلین جب وہاں حاضری کے لئے جاتے تو چونکہ راستہ یہی تھا گزرتے ہوئے تھوڑی دیر ستانے کے لئے غریب خانہ کی مسجد میں قیام کرتے۔ روٹی وغیرہ سے ان کی خدمت بھی کی جاتی۔ ان کی ہیت نوعی' چہرے کا نکھار' نورانیت اور ان کی نشست و برخاست میرے لئے جاذب بن جاتی اور خیال آتا کاش یہ کیفیت مجھے بھی نصیب ہوتی۔ ایک بار شہر رسول نگر ایک تبلیغی دعوت پر جانے کا اتفاق ہوا' وہاں میرے قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ارادتمندوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ خیال یہ تھا کہ دونوں[1] کام ہو جائیں گے۔ جمعرات کا روز تھا' جامع مسجد میں رات کو تقریر ہوئی صبح کو جمعہ تھا' وہاں یہ خیال پیدا ہوا۔

چلو ویکھئے[2] اوس مستانڑے نوں جدھی وچ ترنجناں دے پیندی اے دھم

جمعہ حضرت کیلیانوالہ شریف پڑھنے کا پختہ ارادہ ہوگیا چونکہ وہاں سے حضرت کیلیانوالہ قریب ہی تھا اس لئے روٹی وغیرہ سے فارغ ہو کر نہایت آرام سے جمعہ کے عین وقت پہنچا۔ تمام مسجد پاکیزہ اور نور سے دھلی ہوئی' نورانی' متشرع اور صوفی منش

۱۔ یعنی وہاں سے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضری بھی ہو جائے گی اور شہر رسول نگر کا چکر بھی لگ جائے گا۔
۲۔ آؤ اس مست کی زیارت کریں جس کی جہانوں میں دھوم مچی ہوئی ہے

marfat.com

صورتوں سے بھری تھی۔ تمام لوگ صف بستہ دوزانو بیٹھے تھے' گردنیں سینوں پر جھکی تھیں۔ تمام فضا پر ایک خاموشی چھائی تھی۔ اتنے میں حضرت جمعہ شریف کے لئے تشریف لائے اور دبے پاؤں مسجد میں داخل ہوئے۔ دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں لیکن ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ سانس سینے میں رک گئے ہوں۔ خامشی اور زیادہ گہری ہو گئی۔ تقویٰ اور طہارت کا پیکر' سفید و سادہ لباس میں ملبوس' افق سے ایک نورانی تصویر ابھرتی محسوس ہو رہی تھی۔ طریقت میں ڈھلی ہوئی ادائیں بے اختیار پھوٹ رہی تھیں' سوز و ساز میں ڈوبا ہوا اور صاف سلجھا ہوا بیان دل کی گہرائیوں میں اتر رہا تھا۔

غرضیکہ آپ کی ہیت نوعی اور شست و برخاست بلا کی جاذبیت اور کشش لئے ہوئے تھی۔ اور آپ کا انداز کھائے جا رہا تھا۔ جمعہ کا یہ منظر اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا زندگی میں پہلی بار اپنے آپ کو روحانی دنیا میں پا رہا تھا' اور سلف صالحین کے تصوف کی سی بو اور اس کی جھلک اس بزم سے ظاہر ہو رہی تھی۔ جمعہ سے فارغ ہو کر خود ہی اپنے ہاتھ سے اپنی جوتیاں اٹھا' نہایت خامشی سے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ باوجود اس تاثر کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ارادتمندی کا کوئی خیال نہ پیدا ہوا۔ میں بھی رفیق سفر کے ساتھ واپس آنے کے لئے گھوڑی پر سوار ہونے کو تیار تھا کہ اتفاقاً ایک مولوی صاحب سے ملاقات ہو گئی کہنے لگے "حضرت سے نہیں ملے؟" میں نے کہا "نہیں' اور ملنے کا ارادہ بھی نہیں۔" کہنے لگے "کیوں؟" میں نے کہا "اس لئے کہ سنا ہے کہ حضرت زود رنج[1] ہیں اور میری ہیت نوعی حضرت کے مشرب کے خلاف ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ملاقات سے حسن ظن' سوء ظن سے تبدیل ہو جائے۔" (میرا لباس اس وقت یہ تھا۔ دستار طرہ دار بمعہ کلاہ زری دار جو آگے پیچھے آئینہ رکھ کر باندھی گئی تھی' انگریزی فیشن قمیض' شلوار' بوٹ' ایک فیشنی مولوی کی سی سج دھج) مولوی صاحب نے سنی ان سنی کرتے ہوئے میرے بازو کو پکڑے کھینچتے ہوئے حجرہ میں جا داخل ہوئے۔ اور کہا "ولیوں سے ملنا چاہئے۔" چٹائی پر دو زانو بیٹھ گئے حسن اتفاق سوائے ہمارے حجرہ

---

[1] جلد غصہ میں آجاتے ہیں۔

marfat.com

شریف میں کوئی نہ تھا۔ آپ اندر سے تشریف لائے اور آتے ہی میرے سامنے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ "ایہ[1] بزرگ کتھوں نیں؟" ساتھ ہی آپ کے تیور بدلتے دیکھ رہا تھا۔ یوں معلوم ہورہا تھا کہ میری شخصیت یا میری ہیت نوعی حضرت کی ناگواری کا باعث اور سبب بن رہی ہے۔ میرے رفیق سفر نے کہا کہ سید اشریف سے صاحبزادہ صاحب ہیں۔ بس یہ کہنا تھا کہ آپ نے تیور بدل کر فرمایا کہ "بھج[2] جاؤ نس جاؤ" مجھے یہ گفتگو اور انداز گفتگو نہایت ہی ناگوار محسوس ہوا۔ غضب کا ایک شعلہ تھا جو ایڑی سے چوٹی کو نکل گیا۔ اسی آگ میں جلتا بھنتا واپس گھر آگیا اور سوچتا کیا یہ ولیوں کے اخلاق ہیں۔ میرے ذہن پر اتنا شدید رد عمل ہوا کہ اگر اس جماعت کا کوئی آدمی حسب معمول غریب خانہ پر آتا تو اسے ٹھہرنے نہ دیا جاتا۔ پورے تین ماہ کا عرصہ ہوچکا تھا۔ مگر غرور نفس کے اثرات جوش پر تھے۔ آئندہ حاضر ہونے کا ارادہ تو درکنا مجھے پہلی حاضری کا بھی افسوس تھا۔

طریقت کے گہرے اثرات کا ظہور

تین ماہ کے بعد چند خوابیں دیکھیں یا دکھائی گئیں۔ بہرصورت یہ وہ رویائے صادقہ ہیں جنہوں نے مجھے حضرت[3] کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے بیتاب کردیا اور بیقرار ہو کر حضرت کیلیانوالہ شریف کی طرف اٹھ دوڑا۔ ان خوابوں نے بدعقیدگی کو خوش عقیدگی میں بدل دیا۔ ان خوابوں کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں تاکہ پتہ چل جائے کہ قدرت ایسے بھی راہنمائی کرتی ہے۔

ا۔ جس حجرہ میں میرا ڈیرہ ہے اس کے دو حصے ہیں۔ بجانب غرب مسجد کی طرف سے خواب میں باہر سے آیا ہوں۔ حجرہ کا دروازہ کھولا تو دیکھتا ہوں کہ حضرت حجرہ کے عین وسط میں بیٹھے ہیں۔ ایک شخص آپ کو وضو کرارہا ہے اور آپ وضو کررہے ہیں۔ جب وضو کرچکے تو اس خادم سے پوچھتا ہوں کہ "حضرت یہاں کیوں آئے ہیں؟" خادم

ا۔ یہ بزرگ کہاں کے ہیں۔

۲۔ بھاگ جاؤ۔

۳۔ حضرت خواجہ نورالحسن شاہ صاحب کیلوی رحمۃ اللہ علیہ

marfat.com

کہتا ہے "جمعہ شریف پڑھانے کے لئے۔" بس آنکھ کھل گئی۔ لیکن اس خواب سے کوئی خاص اثر نہ لیا گیا۔

۲۔ پندرہ روز کے بعد دوسرا خواب آیا۔ بمعہ ایک رفیق حضرت کیلیانوالہ حاضر ہوں عصر کی جماعت ہو رہی ہے بندہ بھی پہلی صف میں کھڑا ہو گیا۔ نماز کے بعد حضرت اٹھ کر میرے سامنے دو زانو بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ "ایہ[1] بزرگ کتھوں آئے نیں؟" میرے رفیق نے کہا کہ یہ صاحبزادہ سید اشریف سے کسب فیض کے لئے آئے ہیں اور فاضل دیوبند بھی ہیں۔ آپ نے مجھے اٹھا لیا اور ایک مقام پر بٹھا کر توجہ دینی شروع کردی مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ آنکھ کھل گئی۔

۳۔ پندھرواڑے پر پھر خواب آیا۔ میں حجرہ سے نکل کر مسجد میں گیا تو دیکھتا ہوں کہ حضرت مسجد میں ایک پلنگ پر تشریف رکھتے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرماتے ہیں "لاؤ شرح جامی رحمۃ اللہ علیہ تمہیں پڑھاؤں۔" میں کتاب لایا۔ آپ نے سبق پڑھایا۔ اٹھنے پر آپ نے فرمایا کہ "تمہیں توجہ نہ دوں؟" "ضرور" میں نے کہا۔ آپ نے اپنے ہاتھ کا پنجہ میری طرف پھیلاتے ہوئے جھٹکا دیا کہ میں تڑاک سے زمیں پر گر گیا۔ آنکھ کھل گئی۔

۴۔ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب تھی۔ صبح کی نماز کے بعد اپنے حجرہ میں لیٹا تھا کہ آنکھ لگ گئی۔ اس اثنا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا لیکن حضرت شاہ صاحب کی شکل اور لباس میں آپ بطحا کے سنگریزوں پر کھڑے ہیں۔ میں نے دست بوسی کا فخر حاصل کیا۔ بس اس خواب نے میری طبیعت کو یکسر بدل دیا۔ حضرت کا مقام سمجھ میں آنے کے بعد حد درجہ کی خوش عقیدگی پیدا ہو گئی۔ حاضری کے لئے بیقرار ہو گیا کہ کب حاضر ہوں خیالات پر ندامت محسوس ہونے لگی۔ وہ خیالات یکسر محو ہو گئے۔ ابھی اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ کب حاضر ہوں' پندھرواڑے کے بعد ایک اور خواب آیا کہ حضرت بمعہ خدام میرے گھر تشریف رکھتے ہیں۔ آپ نے مجھے بلا کر ٹوپی پہنائی اور کچھ رقم دی کہ جاؤ لنگر برتایا کرو۔ اس خواب پر تو حاضری کے لئے عزم بالجزم ہو گیا۔ یہ محض خوابیں تھیں یا قدرت کے اشارے' بہرصورت مکڑی کے بنائے ہوئے جال کا ایک ایک حلقہ ٹوٹ چکا تھا۔ اب صرف قدم اٹھانے کی دیر تھی۔

۱۔ یہ بزرگ کہاں سے آئے ہیں۔

marfat.com

حاضری کا منظر

بے سرو سامانی کا عالم تھا' رات ڈھل چکی تھی۔ پچھلی شب کے اندھیارے میں پاپیادہ چل کھڑا ہوا۔ صبح کی نماز سات میل طے کرنے کے بعد ایک نہر کے کنارے پڑھی۔ پھالیہ پہنچا تو سورج نکل چکا تھا۔ یہ سفر طے کرنے کے بعد نماز ظہر حضرت کیلیانوالہ حضرت کی مسجد میں جا پڑھی۔ اس عالم کے تصرف اور تغیرات کا بھی عجیب عالم ہے کہ جہاں سے متنفر ہو کر بھاگا وہاں آج پھر جبیں عقیدت جھکا کر حاضر تھا۔ حاضر ہوئے تین دن گزر گئے مگر شرف باریابی حاصل نہ ہوا۔ آپ نماز کے لئے تشریف لاتے کن آنکھیوں سے دیکھتے اور چلے جاتے جس کی بنا پر بیتابی اور بے قراری بڑھتی جارہی تھی۔ میں سوچتا تھا کہ بلایا بھی گیا اور حاضر ہوا تو بیگانگی کا یہ عالم تھا کہ ملاقات بھی نہیں ہورہی تھی۔ آپ سے ملاقات بلکہ اس بزم کا کوئی آدمی بھی میری طرف متوجہ ہونے کو تیار نہ تھا۔ نہ کوئی بات کرتا' نہ سنتا' نہ ہی کچھ پوچھتا۔ احساس یہ تھا۔

ہم تو سمجھے تھے بڑی چیز مگر مے خانے میں
نکلا ایک جام کی قیمت بھی نہ ایماں اپنا

اللہ اللہ کیا انقلاب تھا کہ جن مناصب کو محبوب سمجھ کر سینے سے لگائے رکھا آج اس بار سب بے قیمت ثابت ہوئے۔ جس پونجی کو کھرا سمجھا ہوا تھا وہ آج اس بازار میں کھوٹی ثابت ہوئی۔ بس ایک ندامت طاری تھی جس سے سر جھکا ہوا تھا۔ آج یہ حقیقت ثابت ہورہی تھی کہ نفس و شیطان کے خدع و فریب کے کاروبار بہت وسیع ہیں اور وہ ہمیں مدرسوں اور خانقاہوں پر بھی نہیں چھوڑتا اور جس دھوکے میں آج تک مبتلا تھا' اس دھوکہ سے رہائی نصیب ہوئی۔ ثم الحمدللہ۔ ان تین دنوں میں وہ کچھ نصیب ہوا جو شائد سالوں کے مجاہدوں میں بھی نصیب نہ ہوتا۔ چوتھے دن حضرت نے اپنے ایک حاضر باش ملازم کے ذریعے بلایا۔ دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں کہ اس

marfat.com

بدنصیب کے ساتھ کیا معاملہ پیش آتا ہے۔ بیٹھک میں صف پر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا۔ "ایہ[1] بزرگ کتھوں نیں؟" میں نے عرض کیا کہ "ایک گاؤں سیدا ہے وہاں سے حاضر ہوا ہوں۔" "کیوں حاضر ہوئے ہو؟" عرض کیا "آپ سے ملنے کی خاطر۔" "کہیں پہلے بھی[2] ملتے ہو؟" عرض کیا "ہاں ملتا ہوں۔" فرمایا "کہاں؟" میں نے عرض کی "قطب العالم حضرت خواجہ توکل شاہ رحمۃ اللہ علیہ انبالوی قدس سرہ' سے۔" فرمایا "ان سے کیسے ملتے ہو کیا تم نے ان کا وقت پایا ہے؟" عرض کیا "نہیں۔" "پھر کیسے ملتے ہو؟" میں نے عرض کیا کہ "وہ واقعہ یہ ہے کہ میرے قبلہ عالم خواجہ محبوب عالم قدس سرہ' جو حضرت انبالوی کے خلیفہ اعظم تھے بوقت وصال میرے بارہ میں وصیت فرمائی کہ جب یہ سات سال کی عمر کو پہنچے تو انبالہ شریف حاضر ہوکر مزار شریف کے غلاف سے بیعت کرادینا اور تین صد روپیہ پیش کرنا۔ چنانچہ سات سال کی عمر میں یہ وصیت پوری کردی گئی۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ حصول طریقت کا یہ جذبہ اسی بیعت کا نتیجہ ہے۔" یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ "یہاں پھر کیسے آئے ہو؟" میں نے عرض کیا کہ "آپ کے بارے میں متواتر ہر پندھرواڑے میں پانچ خوابیں دیکھی ہیں' ان سے بیقرار ہو کر یہاں پہنچ گیا ہوں۔ چونکہ ان خوابوں کا تعلق آپ کی ذات گرامی سے ہے اس لئے ان کی تعبیر آپ ہی بتاسکتے ہیں۔ اگر حکم ہو تو عرض کروں۔" فرمایا "ہاں بیان کرو۔" میں نے مذکورہ خوابیں من و عن بیان کردیں۔ یہ خوابیں سن کر آپ نے فرمایا۔ "اچھا چلو باہر۔" میں اٹھ کر باہر آگیا۔ صبح ہوئی تو پھر بلایا گیا۔ بیٹھتے ہی آپ نے فرمایا "کام تو اویسی نسبت سے ہوجاتا ہے مگر بہرصورت تربیت ضروری ہے۔" پھر سکوت فرما کر فرمایا کہ "اچھا طریقت نے قبول کرلیا ہے۔" آپ چارپائی سے اٹھ کر میرے سامنے آبیٹھے اور اپنے دو معمولات تلقین فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "ان کو معمولی خیال نہ کرنا۔ میں تم کو خزانہ دے رہا ہوں۔ جاؤ اجازت ہے پھر اگر دل چاہے تو آجانا۔" اس پر مجھے اپنے اندر بہت کچھ تبدیلی محسوس ہورہی تھی اور ایک خلش سی پار رہا تھا۔

۱۔ یہ بزرگ کہاں سے آئے ہیں۔

۲۔ یعنی بیعت ہو۔

marfat.com

شوریست[1] نواریزی تار نفم را
پیدا نئ اے جنبش مضراب کجائی

نماز اور جماعت کا خیال پختہ ہوگیا' معمولات کی ادائیگی میں بھی پابندی آگئی۔ فیشنی لباس جو محسوس ہونے لگا تھا' اتار پھینکا۔ نشست و برخاست میں نمایاں فرق ہوگیا اور سب سے بڑی بات جو نصیب ہوئی وہ یہ تھی کہ دن اور رات میں جب سونے کے لئے لیٹتا اور آنکھ لگ جاتی تو حضرت کی صورت کسی نہ کسی انداز میں میرے سامنے ہوتی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تین چار دن ہی گزرے تھے کہ پھر حاضری کے لئے طبیعت بیقرار ہوگئی اور دوسری بار حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت بھی یہ ذہن تھا کہ اب کے تو جاتے ہی پوچھ ہوگی۔ گویا اس باطنی مرض سے خلاصی نہیں ہوئی تھی۔ لیکن معاملہ پھر اس کے خلاف پیش آیا۔ تین روز تک کسی نے پوچھا تک نہیں کہ بھیا کون ہو؟ بیگانگی کا پورا مظاہرہ تھا۔ تین دن یونہی گزر گئے۔ باطنی جہالت نے پھر سر اٹھایا۔ مردہ سانپ کی طرح نفس امارہ نے آخری پھنکارا مارا۔ اس بے نیازی سے بوکھلا اٹھا اور یہ صور پھونکا کہ یہاں سے چلو' یہ بے عزتی کسی طرح گوارا نہیں کی جاسکتی' گھریلو فقر ہی کافی ہے۔ چنانچہ لال بھبوکا ہو کر اپنا بیگ اٹھا اور بغیر اجازت واپسی کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ جہاں پرائمری سکول ہے وہاں تک تو جوش میں چلا آیا لیکن اس سے آگے قدم نہ اٹھ سکا۔ کھڑا ہوگیا' ضمیر نے جھنجھوڑا' جوش ٹھنڈا ہوا' ہوش آیا' سوچا' غور کیا۔ کھڑے ہوئے دس منٹ گزر گئے۔ پھر واپس مڑا۔ دس قدم چل کر پھر جہالت نے سر ابھارا کہ دوبارہ جانا بھی تو ذلت ہے' یہ ذلت کون برداشت کرے۔ پھر واپسی کے لئے مڑا۔ سکول تک آکر پھر قدم رک گئے۔ غرضیکہ اس کشمکش میں تقریباً نصف گھنٹہ گزر گیا۔ آخر ضمیر کی آواز اور مقصد کی دھن غالب آئی اور واپس مسجد میں آکر بیٹھا ہی تھا کہ ایک حاضر باش خادم نے کہا کہ حضرت بلا رہے ہیں۔ حاضر ہوا۔ صف پر دو زانو بیٹھ گیا۔ آپ چارپائی سے اٹھ کر میرے سامنے تشریف فرما ہوئے۔ بیٹھتے ہی فرمایا

۱۔ اندر ایک شور برپا ہے۔ اے جنبش مضراب تو کہاں ہے؟

marfat.com

کہ ”آپ کو معلوم نہیں کہ طریقت میں بغیر اجازت جانا کفر ہے؟ کیا دوکان پر سودا لئے بغیر واپس جانا چاہئے؟ کیا لوہار سے تکلا درست کرائے بغیر جانا درست ہے؟“ شوخی طبع کہئے کہ گستاخی کئے بغیر نہ رہ سکا۔ میں نے جواباً عرض کیا کہ ”آپ نہ تو دکاندار ہیں اور نہ لوہار، کیونکہ یہ تو میری ضرور رعایت کرتے۔ یہاں تو رعایت کا سوال ہی نہیں۔“ (حالانکہ یہ تو میرا علاج تھا مگر کوتاہ فہمی سے کچھ اور سمجھ رہا تھا) آپ نے مثنوی کے دو تین اشعار اپنے فطرتی سوز و گداز اور خوش الحانی سے پڑھے۔ غالباً پہلا شعر یہ تھا۔

علم[1] انوار است درسینہ رجال
نے زراہ دفتر و نے قیل و قال

علم از سینہ ۔سینہ آمدہ۔ غالباً اس وقت ان اشعار سے میرا تکدر اور طریقت کی حقیقت سمجھانے کی کوشش فرمارہے تھے۔ اس وقت آپ نے شکر خنداں ہو کر بڑے پیارے انداز سے فرمایا کہ ”پھر رہ سکتے ہو؟“ جواباً پھر گستاخی کی کہ ”نہیں۔“ پھر آپ نے فرمایا کہ ”کسی صورت سے رہ سکتے ہو؟“ (بھلا یہ بیگانگی تھی) آپ کے بار بار اصرار فرمانے پر میں نے عرض کیا کہ ”ایک شرط پر رہ سکتا ہوں۔“ فرمایا ”وہ شرط کیا ہے؟“ میں نے کہا کہ ”مجھے یہاں بیٹھک میں آنے کی اجازت فرمایئے تو رہ سکتا ہوں۔“ آپ نے خدام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ”آئندہ انہیں کوئی نہ روکے۔“ اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ”اچھا چلو باہر بیٹھو۔“ (یہ فقرہ میرے لئے تازیانہ سے کم نہ ہوتا) دوسرے روز اجازت ہوگئی واپس آیا تو مجھ میں بہت کچھ انقلاب آچکا تھا۔ مثلاً جو چیزیں اس کو بار گراں محسوس ہوتی تھیں اب بخوشی اٹھانے کو تیار ہوگیا تھا۔ نیز ایک اور نئی کیفیت نصیب ہوئی۔ یعنی ہر وقت موت کا تصور بلکہ قبر سامنے رہتی۔ گویا میں قبر میں لیٹا ہوا ہوں۔ نہ صرف تصور بلکہ حالی صورت میں موت مجھ پر طاری ہو جاتی۔ اس وقت اس ہیبت سے لرزہ طاری ہو جاتا، سینے میں سانس رکتا معلوم ہوتا، چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا۔ اس کیفیت سے فنائے دنیا کا نقشہ بندھ گیا۔ طبیعت ہر چیز سے بے زار ہوگئی۔

---

[1] ۔ علم انوار کا ذریعہ مردان خدا کا سینہ ہے نہ کہ انبار کتب اور بحث و تکرار

marfat.com

شخصیت وغیرہ سب خواب و خیال ہوگئی۔ کیا اچھا وقت تھا' کاش کہ ایسا ہی رہتا۔ مگر برا ہو اس دنیا کا کہ پھر اس سے آنکھ لڑ گئی۔

آبادی چمن سے کیا کام تھا ہمیں
اے الفت چمن تیرا خانہ خراب ہو

اصطلاح تصوف میں اگر یوں تعبیر کیا جائے کہ حضرت نے جذبہ فنا تک پہنچا دیا تو بجا ہوگا۔ چونکہ میں بہت کچھ بدل چکا تھا اس لئے آپ کی طرف سے بھی معاملہ تبدیل ہوگیا۔

تربیت کی چند جھلکیاں

سلسلہ رشد و ہدایت میں تربیت ہی ایک مشکل اور کٹھن مرحلہ ہے مگر حضرت اپنے مشرب کے مربی کامل تھے۔ آپ کی تربیت ہمہ پہلو ہوتی تھی۔ طالب کا کوئی پہلو آپ کی نظر سے اوجھل نہ رہتا۔ تربیت کا احساس ہی تھا کہ احتساب کی گرفت کسی وقت ڈھیلی نہ ہوتی۔ حتیٰ کہ اس احتساب سے نشست و برخاست جیسی معمولی باتیں بھی باہر نہ تھیں۔ عموماً لوگ انہیں معمولی سمجھتے ہیں۔ ظاہر و باطن کی تربیت میں سنت کے اس قدر شیدا تھے کہ سنت کے خلاف کوئی بات برداشت نہ کرسکتے۔ بعض دفعہ تو بے تحاشا برس پڑتے تھے اور اس معاملہ میں چھوٹے بڑے امیر و غریب' عالم و جاہل کا کوئی سوال نہ تھا لیکن یہ طریقت کا کمال تھا کہ جس پر برستے وہ ہمیشہ کے لئے سدھر جاتا اور یہ حسرت رہتی کہ کاش یہ برستے ہی رہیں۔

اوراد و وظائف کا بار نہ ڈالتے بلکہ کام ہمت باطنی سے ہی لیتے۔ لکھے پڑھے لوگوں کو اگر مناسب سمجھتے تو کسی کتاب کے پڑھنے کا مشورہ بھی دیتے یا خود کسی کتاب کا کوئی مقام طالب کو دکھانے پر اکتفا کرتے۔ عموماً کشف المحجوب اور مکتوبات امام ربانی کے مطالعہ کا ارشاد فرماتے۔ کشفی حالات کا حد درجہ اخفا فرماتے لیکن طالب پر خود بخود یہ عمل بخوبی واضح ہو جاتا کہ یہ میری بات ہو رہی ہے۔ ازدیاد یقین کے لئے کبھی خود

marfat.com

بھی ظاہر فرما دیتے۔ اصلاح طالب میں وعظ و دیگر پندو نصائح سے بھی کام لیتے جس کا اثر نہایت عمدہ ہوتا۔ بڑے بڑے اہم مسائل نہایت مختصر اور چھوٹی چھوٹی مثالوں اور جامع الفاظ سے حل فرما دیتے جو طالب کے دل میں اتر جاتے۔ ذات گرامی جلال و جمال کا سنگھم تھی۔ جلال آگے نہ بڑھنے دیتا اور جمال پیچھے نہ ہٹنے دیتا لیکن تربیت میں جلالی رنگ غالب تھا۔ غالباً اس لئے کہ جلالی تربیت زیادہ مستحکم اور زیادہ متمکن ہوتی ہے۔ چند واقعات جن کا صرف میری ذات سے تعلق ہے ان کا بیان ضروری ہے تاکہ مندرجہ بالا حقائق کی تصدیق ہوسکے۔

باطنی ہمت سے تربیت

عموماً صاحبزادگان اور پیرزادگان کو تسخیر خلائق کا خیال دامنگیر رہتا ہے۔ جہاں حضرت کے فیض نگاہ سے صفات رذیلہ مغلوب ہوئیں، معدوم تو غالباً ہوتی ہی نہیں، وہاں میرے اندر بھی بعض مجبوریوں کی بنا پر اس جذبہ تسخیر خلائق نے سر اٹھایا جس کا دبانا میرے بس میں نہ رہا اور بے قرار ہو کر اس کا علاج ڈھونڈنے کے لئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خیال یہ تھا کہ حضرت کوئی وظیفہ برائے تسخیر تلقین کردیں گے یا یہ خیال ہی ختم ہو جائے گا اور اس قلبی مرض سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ جب حاضر خدمت ہوا اور اپنا مدعا بیان کرنے کو ہی تھا۔

ابھی نا آشنائے لب تھا حرف آرزو میرا
زباں ہونے کو تھی منت پذیر تاب گویائی

کہ آپ نے بڑے جلال سے فرمایا کہ "جب عیاں ہو تو بیاں کی کیا ضرورت ہے؟ جاؤ وہاں بیٹھو۔" اب بیان کی تو ضرورت ہی نہ رہی تھی صرف انتظار تھا تو اس بات کا کہ کب اور کیسے اس کا علاج ہوتا ہے۔ تین دن کے قیام کے بعد آپ سے جب رخصت ہونے لگا تو آپ نے مصافحہ کے لئے ہاتھ میں ہاتھ لیا تو ہاتھ دباتے اور ساتھ یہ فرماتے کہ "سید علی کبیر ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ تسخیر خلائق کا خیال لوہے کا زنار

marfat.com

ہے اس کو توڑنا چاہئے۔" یہ فرماتے وقت ہاتھ کو بھی دباتے تین بار آپ نے ہاتھ دبایا۔ مصافحہ کے بعد حجرہ مبارک سے باہر آیا تو مجھے محسوس ہوا کہ تسخیر خلائق کے خیال کا کانٹا قلب و ذہن سے صاف نکل چکا تھا اور اس چبھن سے بالکل آرام آچکا ہے اور ساتھ ہی تسخیر کا کام بھی شروع ہوگیا۔ لوگ عزت و احترام سے پیش آنے لگے۔ چار سال ہوچکے تھے کہ مال مویشی سے فارغ ہوچکا تھا اور کوئی صورت خریدنے کی نہ بنتی تھی۔ جب گھر آیا تو ایک شخص ایک عمدہ نسل کی شیردار بھینس معہ کٹی اور سر پر چارے کا گٹھا لے آیا۔

پھر ایک درویش جو نہایت مخلص تھا وہ بھی خود بخود حاضر ہوگیا۔ غرضیکہ کام چل نکلا۔ پھر آنے جانے والوں کی اچھی خاصی رونق شروع ہوگئی الحمد للہ ثم الحمدللہ۔

ذہنی تربیت

ایک بار حاضر ہوا اور حجرہ شریف میں جاکر بیٹھا ہی تھا کہ اپنے ایک حاضر باش خادم سے فرمایا کہ الماری سے کشف المحجوب لے آؤ ان سے ایک مسئلہ سمجھنا ہے۔ یہ سن کر میں گھبرا گیا کہ مجھ سے آپ نے کیا سمجھنا ہے' سمجھانا مقصود ہے۔ چنانچہ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اتنے میں خادم نے کشف المحجوب آپ کے ہاتھ میں دی۔ آپ چند ورق الٹا کر فرمانے لگے کہ یہ عبارت پڑھئے۔ عبارت یہ تھی کہ "جو شخص نفس کی قید میں مبتلا ہوگیا وہ خدا سے دور ہے خواہ کعبہ کے اندر ہو اور جو شخص نفس کی قید سے رہائی پاگیا وہ خدا کے نزدیک ہے خواہ بت خانہ میں ہو اور اس کا طریق تسلیم ہے۔" فرمایا "اس عبارت کا مطلب بیان کیجئے۔ پوچھا تو پہلے بھی کئی علما سے ہے مگر اطمینان نہیں ہوسکا۔ چونکہ تم سے حسن ظن ہے اس لئے پوچھا ہے۔" میں نے عرض کیا "حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ چونکہ امراض باطنی کے بہت بڑے حکیم ہیں اس لئے آپ ایک بنیادی مرض باطنی کی اور اس کے نتائج کی نشان دہی فرما رہے ہیں۔ مرض تو ہے نفس کی قید میں مبتلا ہو جانا اور اس کا نتیجہ ہے خدا سے دوری۔ اور صحت یہ ہے کہ قید نفس سے رہائی نصیب ہو جائے اور اس کا نتیجہ ہے قرب خداوندی۔" اتنا عرض کرنے پر خاموش ہورہا۔ ارشاد ہوا "یہاں تک تو یہ ٹھیک ہے لیکن اس سے اگلی عبارت کا

marfat.com

مطلب کیا ہے؟" میں نے عرض کیا"اب حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس مرض سے رہائی کا طریقہ فرمارہے ہیں کہ وہ طریقہ تسلیم ہے۔" فرمایا "تسلیم کیا ہے؟" عرض کیا "تدبیر سے دست بردار ہو کر سراسر اپنے آپ کو تقدیر کے حوالے کردینا۔" پھر ارشاد ہوا "اس پر کوئی آیت پیش کرسکتے ہو؟" عرض کیا "جی ہاں کرسکتا ہوں۔" میں نے یہ آیت پیش کی[1] مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ میرے ان جوابات سے آپ بے حد خوش ہوئے اور خوشی کے آثار چہرہ اقدس سے ظاہر ہورہے تھے۔ خادم سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ "پہلے کسی مولوی نے جوابات نہیں دئے۔ اچھا کتاب رکھ دو جو بات سمجھانی تھی سمجھادی۔"

دین و دنیا کا رشتہ

ایک بار حاضر ہوا تو فرمانے لگے کہ "یہ تو بتاؤ کہ دین اور دنیا کا آپس میں کیا رشتہ ہے؟" میں نے وہی پرانی بات عرض کر دی کہ "ان دونوں کا آپس میں سوکن کا رشتہ ہے۔" فرمایا "یہ غلط ہے۔" میں اس پر چوکنا ہوا کہ یہ نئی بات ہے۔ فرمایا "دین اور دنیا کا رشتہ شہزادی اور گولی کا رشتہ ہے۔ جو شخص شہزادی سے نکاح کرلیتا ہے تو اس کی گولی' دنیا' زبردستی اس کے ساتھ آتی ہے۔ جو شہزادی سے نکاح نہ کرے گا تو اس کی گولی بھی کبھی نہیں آئے گی۔ کیونکہ وہ جس کی گولی ہے اس کے ساتھ ہی جائے گی اور منت سماجت سے بھی نہیں آئے گی اور ذلت الگ اٹھانی پڑے گی۔" کتنا بڑا مسئلہ تھا جو ایک معمولی مثال دے کر حل فرما دیا۔

جمعہ شریف کا حکم

ایک بار حاضری نصیب ہوئی تو حسن اتفاق کہئے کہ حجرہ شریف میں صرف حضرت تھے یا میں تھا تیسرا کوئی موجود نہ تھا ورنہ ایسا اتفاق بہت کم ہوتا تھا۔ آپ اس وقت

۱۔ جو شخص خدا کے آگے گردن جھکا دے اور وہ نیکوکار بھی ہو۔
۲۔ نوکرانی۔

marfat.com

نہایت خوش وقت تھے ارشاد ہوا "جمعہ شریف پڑھاتے ہو؟" میں نے کہا "نہیں۔" فرمانے لگے "اس میں بڑی برکت ہوتی ہے۔" یہ فرما چکے تو ایک حاضر باش خادم اندر آگیا۔ بس آپ خاموش ہوگئے گویا کوئی ذکر ہی نہ تھا۔ دوسری صبح پھر حجرہ شریف میں حاضر ہوا تو حسن اتفاق پھر تنہائی نصیب ہوگئی۔ آپ نے پھر وہی ذکر شروع فرما دیا۔ فرمایا کہ "جمعہ شریف پڑھانا چاہئے اس میں بڑی برکت ہوتی ہے۔" پھر شوخئ طبع سے گستاخی کر بیٹھا کہ "دیواروں کو پڑھایا کروں؟ آدمی تو کوئی آتا نہیں۔ اگر جمعہ پڑھوانا ہو تو دعا فرمایئے۔" طبع مبارک جوش پر آئی اور فرمایا کہ "دعا اور کس طرح کرتے ہیں؟" آپ کا اتنا کہنا تھا کہ جمعہ شریف کی محبت میرے دل کی گہرائیوں میں اتر گئی جو آج تک نہیں نکلی اور یقین ہے کہ مرتے دم تک نکلے گی بھی نہیں۔ آج بیس سال کا عرصہ گزر گیا ہے کہ جمعہ شریف قضا نہیں ہوا۔ آپ نے اجازت فرمائی جاؤ جمعہ شریف شروع کرا دو۔ گھر آیا۔ جمعہ شریف کبھی پڑھایا نہ تھا لیکن شوق کا یہ عالم تھا کہ بغیر جمعہ شریف پڑھے رہ نہ سکتا تھا۔ جمعرات کی شام سے ہی ذوق و شوق کا عجیب عالم تھا۔ نہایت اہتمام سے نہایا دھویا جمعہ شریف کے لئے تیار ہوگیا۔ تین آدمی بلا کر جمعہ شریف پڑھایا۔ ڈیڑھ سال تک بس یہی تین چار آدمی تھے جو جمعہ شریف میں شریک ہوتے رہے لیکن شوق کا وہی عالم ہوتا جس کا تعلق لوگوں کی تعداد سے نہ تھا بلکہ اس کا تعلق کسی اور جہان سے تھا۔ اٹھارہ سال کا عرصہ ہونے کو آیا ہے مگر شوق کا عالم یہ ہوتا ہے کہ آج ہی پہلا جمعہ شریف پڑھانے لگا ہوں۔ اس عرصہ میں حوادثات زمانہ نے کیا کیا رنگ نہ دکھائے۔ مگر سبحان اللہ! ان اللہ والوں کے تصرفات کا بھی عجیب عالم ہے کہ ان کی ہمت باطنی کے سامنے حوادثات کے خواہ پہاڑ ہوں پر کاہ کی حیثیت نہیں رکھتے اور ان کے تصرفات کی گہرائی کو کون پہنچ سکتا ہے۔ آپ نے ایک روز فرمایا کہ "ہمت ہی اسم اعظم ہے۔"

روشن ضمیری

کسی وقت صرف اپنی روشن ضمیری سے ہی اصلاح و تربیت فرماتے اس میں کلام کو ہرگز دخل نہ ہوتا۔ آپ کی عادت مبارک تھی کہ علما اور سادات کو ہمیشہ کھانا اپنے

marfat.com

سامنے بیٹھک میں کھلاتے اور امتیازی کھانا کھلاتے۔ ایک روز چودھری محمد رفیع صاحب جو آپ کے خدام میں سے ہیں آئے ہوئے تھے مگر حضرت نے ان کو سب سے الگ کھانا کھلایا۔ میرے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ آپ بمقابلہ علما و سادات چودھریوں کی عزت زیادہ کرتے ہیں حالانکہ ایسا نہ چاہئے۔ حضرت اس وقت اندرون خانہ تشریف رکھتے تھے فوراً آپ نے ایک خادم کو بھیجا کہ ان سے کہو کہ وہ کھانا محمد رفیع کے ساتھ کھائیں۔ جب خادم نے آپ کے حکم کی اطلاع دی تو میں سمجھ گیا کہ آپ میرے اس وسوسہ سے آگاہ ہوگئے ہیں۔ پھر وسوسہ آیا کہ شاید یہ اتفاقی بات ہو۔ خادم سے کہا کہ عرض کر دو کہ وہ کہتا ہے کہ میں یہاں ہی کھانا کھاؤں گا۔ اس کے عرض کرنے پر آپ نے دوبارہ تاکید کرکے فرمایا کہ نہیں وہیں کھانا کھاؤ۔ چنانچہ اٹھا اور ندامت و خجالت سے سر جھکائے ان کے پاس جاکر کھانا کھایا۔ پھر یہ سمجھ میں آگیا کہ کھانا کیوں الگ کھلایا گیا۔

ایک وسوسہ کی برکت

جب آپ بیمار ہو کر صاحب فراش ہوگئے۔ وجع[1] المفاصل ہونے سے آپ کھانا خود نہ کھاسکتے تھے بلکہ مولوی غلام رسول صاحب کھانا کھلایا کرتے تھے۔ ایک روز مولوی غلام رسول صاحب کھانا کھلا رہے تھے میں بھی حاضر تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ تمام بزرگان سلف اپنے خدام پر شفقت فرماتے ہوئے کبھی کبھار اپنے ساتھ کھانا کھلاتے یا اپنے پس خوردہ سے نوازتے تھے حضرت نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ یہ خیال آیا ہی تھا کہ آپ نے مولوی صاحب موصوف سے فرمایا کہ "میں تو کھانا کھاچکا ہوں باقی ان کو دے دو کہ وہ کھالیں۔" وہ سارا کھانا میرے سامنے رکھ دیا گیا۔ ایک صاحب اور بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے میں نے بے مروتی سمجھتے ہوئے ان کو بھی کھانے کی دعوت دی۔ آپ نے متوجہ ہو کر فرمایا "بس اپنے معاملہ کی فکر چاہئے۔"

ا۔ جوڑوں کا درد

marfat.com

یاد یار مہربان آید ہمی

(بحوالہ ماہنامہ سلسبیل لاہور اگست ۱۹۶۶ء)

سید[1] کرم شاہ صاحب

ایک دن حضور رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ صاحب[2] رحمۃ اللہ علیہ باہر تشریف لے چلے۔ دروازہ کے باہر نکلے تو ایک کتی (کتیا) سفید رنگ کی جس کے سر میں کیڑے پڑے ہوئے تھے سر کی کھوپڑی کیڑے کھا چکے تھے' دیکھی تو وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر کھڑی ہوگئی اور زبان حال سے اپنا دکھ سناتی رہی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "کوئی بندہ ایسا ہو جو اس بچاری کو فینائل لاکر لگا دے۔" تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ "یا حضرت! میں ہی بندہ بن جاتا ہوں۔" تو حضور رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "جلدی کرو۔" شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوڑ کر فینائل لائے اور اس کے سر پر لگا دی۔ اس کے بعد وہ بھاگ گئی۔ آٹھ نو روز کے بعد جب پوری صحت یاب ہوگئی تو بیٹھک شریف میں آگئی۔ دیر تک حضور رحمۃ اللہ علیہ کو تکتی رہی۔ کسی نے عرض کیا کہ یا حضرت! یہ وہی کتیا ہے جس کے سر میں کیڑے پڑے ہوئے تھے تو حضور رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور روٹی لا کر ڈالی' وہ کھا کر چلی گئی۔ پھر ہر روز تین وقت آتی رہی اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے دست مبارک سے روٹی ڈالتے رہے۔ کچھ مدت کے بعد اس کتیا نے بچے جنے تو حضور رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر فرمایا۔ "روشن دینا! ایہہ ماڑی کیوں ہوگئی اے" (یہ کمزور کیوں ہوگئی ہے؟) کسی نے عرض کیا کہ "حضور! اس نے بچے جنے ہیں۔" آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "اچھا اچھا' اس نے بچے دیئے ہیں؟ جا' جاکر بچے لاکر مجھے دکھا۔" "وہ چلی گئی۔ ایک بچہ منہ میں ڈال کر لے آئی اور آگے رکھ کر چلی گئی' دوسرا لے آئی' پھر تیسرا لے آئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "بس بس میں نے دیکھ لئے ہیں۔" پھر اسی طرح لے گئی۔

۱۔ جناب سید کرم شاہ صاحب موضع بھون تحصیل و ضلع حافظ آباد کے رہنے والے تھے اور حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ارادتمند تھے۔

۲۔ حضرت غوث زماں قطب الوریٰ شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب (حضرت کیلیانوالہ) حضرت میاں صاحب کے جلیل القدر خلیفہ

marfat.com

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ قبرستان کی طرف تشریف لے جارہے تھے۔ پھاگن کا مہینہ تھا' بادل چھائے ہوئے تھے' ہلکی ہلکی بوندا باندی ہورہی تھی۔ اچانک ایک مکان کی طرف حضور رحمۃ اللہ علیہ کی نظر پڑی جس کی کچی دیواریں ابھی تازہ ہی تیار دکھائی دیتی تھیں۔ چھت ندارد لیکن چھت کا سامان قریب ہی پڑا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "یہ کسی کا مکان بارش سے خراب ہو جائے گا' اس کا چھت کیوں نہیں ڈالتے۔" تو کسی نے عرض کی کہ "حضور! یہ مکان فلاں کھوجے کا ہے' اس کے ہمسایہ کا مکان پختہ ہے وہ اس کو اپنی دیوار پر چھپر نہیں رکھنے دیتا' قیمت مانگتا ہے۔" یہ سن کر آپ واپس آجاتے ہیں اور فوراً اس کھوجے کے گھر چلے گئے جو پختہ مکان والا تھا۔ وہ بھی دیکھ کر دوڑتا ہوا حاضر خدمت ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے دریافت فرمایا کہ "اس دیوار پر تمہاری کتنی لاگت آئی؟" اس نے عرض کیا کہ "یا حضرت! دو سو روپیہ خرچ ہوا ہے۔" آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی جیب سے دو سو روپیہ لے کر اس کو دیتے ہیں اور وہ لیتا نہیں۔ بار بار عرض کرتا ہے کہ اسے فرما دیں کہ چھپر ڈال لے' میں قیمت ہرگز نہ لوں گا۔ آخر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دو سوروپیہ اس کی جیب میں ڈال کر فرمایا کہ "یہ روپیہ اب میرا نہیں تیرا ہے۔" وہ بچارا اسی وقت اس کچے مکان والے کے پاس جاتا ہے۔ اس کے گھر سے پتہ چلتا ہے کہ وہ موجود نہیں کسی اور گاؤں میں چلاگیا ہے۔ واپس آکر خود ہی سارا انتظام کرکے شام تک چھت تیار کروا دیتا ہے۔ اور پھر شام کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور بار بار درخواست کرتا ہے کہ حضور یہ دو سو روپیہ لے لیں مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نہ لیا۔ سبحان اللہ' آپ رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کے کیسے ہمدرد تھے۔ نہ ان کا آنا نہ جانا نہ کوئی اور تعلق' صرف رب کی مخلوق سمجھ کر یہ ہمدردی و ایثار۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کنویں کے جنوب کی جانب ایک زمیندار کا کنواں تھا جس پر ایک بہت بڑا آم کا درخت تھا لیکن شروع سے ہی اسے کبھی پھل نہ لگا تھا۔ لوگ اسے کہتے کہ تو کیوں نہیں میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کرتا۔ وہ کہتا کہ وہ خدا تو نہیں۔ ایک دفعہ حضور رحمۃ اللہ علیہ خود اس کے کنویں پر تشریف لے گئے تو کسی نے اس زمیندار سے کہا کہ لے بھائی' آج تو اللہ تعالیٰ کی تجھ پر خاص مہربانی ہوگئی کہ خود حضور تشریف لے آئے ہیں۔ اٹھ جلدی کر' عرض کرکے اپنا مقصد حاصل کرلے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اسی آم کے درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے۔ درخت کو دیکھ کر فرماتے ہیں۔

marfat.com

"عشقے عشقے (واہ واہ) اس درخت کی کتنی بڑی چھاؤں ہے۔" اتنے میں درخت کا مالک بھی آپہنچا۔ اس نے عرض کیا "یا حضرت! بس چھاؤں ہی چھاؤں ہے پھل نہیں لگتا۔" تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "مولا کریم کے آگے کچھ کمی نہیں۔ اسی سال ہی انشاء اللہ پھل لگ جائے گا۔" اس سال سے لے کر آج تک اتنا پھل لگتا ہے کہ مثال نہیں ملتی اور پھر لطف یہ کہ کچا پھل گرتا نہیں۔ وہ آم بندہ نے بھی دیکھا ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف تشریف لے گئے عرس مبارک پر' جمعہ کا روز تھا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں داخل ہوگئے تو کسی قریب کی بستی میں کسی آدمی کو ہلک (باؤلہ پن) پڑا ہوا تھا۔ اس کو چارپائی پر جکڑ کر اس کے وارث لے آئے۔ سجادہ نشین صاحب سے عرض کیا کہ آپ حضور سے سفارش کریں تو وہ دم کریں گے اور یہ صحت یاب ہو جائے گا۔ سجادہ نشین صاحب نے فرمایا کہ بھئی میری تو جرأت نہیں لیکن تجویز بتاتا ہوں۔ مسجد کا ایک خاص دروازہ ہے جہاں سے صرف حضرت صاحب مسجد میں آتے جاتے ہیں۔ اس دروازے کے آگے چارپائی رکھ دو اور خود ذرا ہٹ کر بیٹھ جانا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب حضور رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کی نماز کے بعد باہر تشریف لانے کے لئے اس دروازہ پر آئے تو رستہ بند تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "اس بیچارے کو کیوں باندھ رکھا ہے یہ تو بالکل تندرست ہے۔" آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی دم وغیرہ نہ کیا اس کی چارپائی کے سرہانے کی طرف سے گذر کر حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے۔ اس کے وارث یہ دیکھ کر افسوس سے کہنے لگے کہ ہماری بدقسمتی کہ حضور نے دم نہیں کیا۔ جب مریض کے نزدیک پہنچے تو وہ کہنے لگا۔ خدا کی قسم میں بالکل صحت یاب ہوگیا ہوں مجھے کھول دو۔ انہوں نے کھول دیا اور وہ ان کے ساتھ پیدل چل کر اپنے گھر گیا۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کرامات مبارکات کوئی کہاں تک بیان کرے۔ بڑے بڑے اہل قلم کے قلم گھس جائیں لیکن یہ سلسلہ ختم نہ ہو جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک ادنیٰ سی جنبش بھی کرامات سے بھرپور ہو بھلا اس بندہ عاجز کی کیا مجال کہ بیان کرسکے۔ یہ تو اس گلستان لامتناہی کے ایک پھول کی بند پتیاں تھیں جو پیش کردیں۔ آیئے اب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کچھ کرامات کے بارے میں ذکر ہو جائے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی گلستان کے ایک پھول ہیں جس کے ایک جھونکے نے مشام جان جہاں کو

marfat.com

معطر کردیا۔

حضرت اعلیٰ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بوجہ علالت حکیموں اور ڈاکٹروں کی رائے سے کوہ مری تبدیلی آب و ہوا کی خاطر تشریف لے گئے۔ جب افاقہ نہ ہوا تو واپس تشریف لے آئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ ہی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے راستہ میں ہی مجھے خط لکھا کہ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو واپس لا رہے ہیں فلاں تاریخ کو شرقپور شریف پہنچ جاویں گے حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت مبارک بہت علیل ہے۔ تو بندہ خط پڑھ کر شرقپور شریف پہنچ گیا۔ اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ اردو بولتے تھے اور زیادہ تر استغراق میں رہتے۔ دو روز کے بعد جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چارپائی کے قریب یہ عاجز اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے آپ کو استغراق سے کچھ افاقہ ہوا تو عاجز کا نام لے کر فرمایا وہ کہاں ہے۔ دین محمد (جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خاص غلام تھا اور پاس ہی بیٹھا تھا) نے عرض کی یاحضرت' یہ پاس ہی بیٹھے ہیں۔ تو عاجز کا ہاتھ پکڑ کر پھر حالت استغراق میں ہوگئے۔ دیر بعد جب ہوش آیا تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسم شریف لے کر اسی طریق سے فرمایا کہ وہ کہاں ہیں تو دین محمد نے عرض کی کہ حضور' یہ پاس ہی بیٹھے ہیں۔ تو عاجز کا ہاتھ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ ان کا ہاتھ پکڑلو وہ پکڑ لیتے ہیں۔ مجھے فرمایا کہ تم حضرت شاہ صاحب کے پاس جایا کرنا یہاں صرف عرس شریف پر آیا کرنا۔ پھر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ' مجھے اور سراجدین جٹ کو' جو میرے ہی گاؤں کا رہنے والا تھا' رخصت فرماتے ہوئے فرمایا۔ تم جاؤ اور کیلیانوالہ میں جمعہ پڑھا کر آجانا آپ کو لاہور آکر پتہ لگ جائے گا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جمعہ شریف پڑھا کر ہفتہ کے روز جب رات کو سوتے ہیں تو اسی رات حضرت اعلیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ۱۱ بجکر ۷ منٹ پر انتقال شریف ہو جاتا ہے تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اسی وقت پتہ چل جاتا ہے۔ سراجدین کو فرماتے ہیں۔ اٹھ سراجدین' میرے پیارے محسن حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال شریف ہوچکا ہے۔ اسی وقت دوڑ کر علی پور کے اسٹیشن پر آئے اور گاڑی پر سوار ہو کر لاہور آئے تو سارے لاہور کی دکانیں بند دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں اور بس پر سوار ہو کر شرقپور شریف پہنچے تو جنازہ شریف تیار تھا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنازہ شریف میں شریک ہو جاتے ہیں۔ یہ بندہ عاجز صبح بروز اتوار حافظ آباد گیا تو محمد صدیق حلوائی (جو شرقپور شریف کا رہنے والا تھا اور حافظ آباد میں دودھ دہی کی دکان کرتا تھا) نے عاجز کو

marfat.com

بلا کر کہا کہ شاہ جی ! رات کو مجھے تار ملا ہے کہ شرقپور شریف والی سرکار کا وصال شریف ہوگیا ہے۔ چنانچہ عاصی بھی شرقپور شریف پہنچ گیا اور وہاں پہنچ کر وہ کیفیت ہوگئی کہ الفاظ سے بیان ہونا ممکن نہیں۔ بس آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عصا مبارک کو گلے لگا لگا روتا اور مولوی امام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بار بار عصا مبارک چھیننے کی کوشش کرتے مگر یہ عاصی نہ چھوڑتا تھا۔ ایک یہ عاجز کیا' عاشقوں کا ایک انبوہ کثیر تھا کہ زار زار روتا تھا اور چیخیں نکل نکل جاتیں۔ آج کسی کو صبر کا یارا نہ تھا مرغ بسمل کی طرح تڑپتے۔ دنیا اندھیر تھی کسی کو کسی کی خبر نہ تھی۔

آخر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حسب فرمان حضرت اعلیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت کیلیانوالہ شریف میں مقیم ہوگئے۔ یہ عاجز بھی حضرت کیلیانوالہ شریف جاتا رہا اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عاجز کے گھر تشریف لاتے رہے۔ حتیٰ کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شادی مبارک بھی مولا کریم ذوالجلال والاکرام نے عاصی کے ذریعہ سے کرائی۔ جہاں میں کسی صورت میں بھی جا آ نہیں سکتا تھا یہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی کرامت تھی وہ مجھ کو بھیجتے رہے میں جاتا رہا۔ حتیٰ کہ تین سال بعد خداوند کریم نے یہ کام کرادیا۔ عاجز کی خالہ زاد ہمشیرہ صاحبہ ہیں۔ شادی مبارک کے بعد حسب فرمان حاضر ہوتا رہا۔ بہت مدت کے بعد ایک دن حاضر خدمت ہوا تو جیٹھ کا مہینہ تھا۔ بارہ بجے حاضر خدمت ہوا تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "بیلیو! (دوستو) باہر چلے جاؤ۔" سب چلے گئے۔ بندہ نے بھی ارادہ کیا کہ باہر چلا جاؤں۔ فرماتے ہیں "تم بیٹھے رہو۔ تم سے تو بات کرنی ہے۔" فرمانے لگے "شاہ جی ! پرسوں ایک مولوی صاحب آئے تو ہم آرام کرنے کی غرض سے دروازہ بند کرکے مکھیاں باہر نکال رہے تھے۔ اس نے دستک دی تو کنڈا کھول کر کسی درویش نے دیکھا تو مولوی صاحب تھے۔ اس نے کہا کہ مولوی جی آپ مسجد میں جاکر ٹھہریں ہم آپ کے لئے کھانا بھیجتے ہیں۔ وہ مسجد میں تشریف لے گئے۔ درویش نے کھانا بھیجا تو انہوں نے کھانا نہ کھایا اور کہا کہ میں کھانا کھانے کے لئے نہیں آیا اور کھانا واپس کردیا۔" جب ظہر کی اذان ہوئی تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو مولوی صاحب دوڑ کر مصافحہ کے لئے آئے تو درویشوں نے روک دیا اور کہا کہ مولوی صاحب ذرا صبر کرو تو مولوی صاحب رک گئے۔ جب آپ رحمۃ اللہ

marfat.com

وضو سے فارغ ہوئے تو پھر مولوی صاحب نے ارادہ کیا کہ مصافحہ کروں' پھر درویشوں نے ویسا ہی کیا وہ پھر رک گئے۔ جب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مراقبہ میں بیٹھ گئے' تو پھر مولوی صاحب نے مصافحہ کا ارادہ کیا لیکن درویشوں نے پھر روک دیا تو مولوی صاحب واپس چل دیئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ "مولوی[1] صاحب کو بلاؤ۔" کسی نے کہا کہ "مولوی صاحب تو واپس چلے گئے ہیں۔" تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "کہاں سے آئے تھے؟" کسی درویش نے کہا "سیدے شریف سے تشریف لائے تھے۔" فرمایا "مجھ سے یہ بڑی غلطی ہوئی۔ میں خود ملتا۔ بڑی دور سے تشریف لائے تھے اور اہل دل معلوم ہوتے تھے۔ شاہ جی! اب بتاؤ کیا کیا جائے؟" بندہ نے عرض کی کہ "چلو جی' جانے دو اگر چلے گئے ہیں تو ہمارا کچھ لے تو نہیں گئے۔" فرماتے ہیں "نہ شاہ جی' ایہہ مولوی کوئی شے تھا۔ دعا کرو کہ ایک دفعہ آجاویں میں ان کی زیارت کرلوں۔" بندہ نے عرض کیا "جی چھوڑیئے! مولوی ہی تھا کوئی فرشتہ تو نہ تھا۔ آپ کو ان کا خبط کیوں لگ گیا ہے؟" آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ "واہ شاہ جی! تم کو اپنا رازداں سمجھ کر علیحدہ ہو کر بات کی ہے تم بھی مجھ کو ٹالنا چاہتے ہو۔ یہ بات تو اچھی نہیں۔"

خیر میں دو رات رہ کر واپس چلا آیا۔ پندرہ بیس روز کے بعد پھر میں حاضر خدمت ہوا' تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پھر وہی باتیں کرتے ہیں کہ شاہ جی دعا کرو مولوی صاحب ایک دفعہ آجاویں تو بہت ہی اچھا ہو۔ بندہ نے عرض کی کہ آپ ہی دعا کرلیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دعا تو کرتا ہوں عصیاں کے سبب منظور نہیں ہوتی۔ تم دعا کرو۔ بندہ نے عرض کی کہ بھلا میں کون' کس باغ کی مولی۔ خیر اسی طرح دو سال گزر جاتے ہیں اور بندہ حاضر خدمت ہوتا رہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ مولوی صاحب کا ذکر بڑے شوق سے کرتے۔ بندہ حیران ہو جاتا کہ وہ مولوی صاحب کیا چیز ہوں گے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ان کی طرف سے ہٹتا ہی نہیں' خیال بھلاتے ہی نہیں۔ حتیٰ کہ اتنا عرصہ کے بعد ہاڑ کا

1۔ یہ مولوی صاحب' جناب حضرت خواجہ صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیدا شریف والے تھے۔

marfat.com

مہینہ تھا۔ ۱۱ بجے کا وقت تھا' حاضر خدمت ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ عاصی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرماتے ہیں کہ "لو شاہ جی' وہ مولوی صاحب آج تشریف لے آئے ہیں جن کو میں دم دم کے ساتھ یاد کرتا تھا۔ تم پانی وغیرہ پی لو تو مولوی صاحب مسجد میں تشریف فرما ہیں ان کو کھانا جا کر کھلا دو' پھر تم نے بھی کھانا ہو گا۔" حسب ارشاد میں کھانا لے گیا۔ سلام دعا کے بعد روٹی آگے دھری تو مولوی صاحب پواندی کی طرف ہو گئے۔ مجھ کو فرمایا "اس طرف بیٹھ جاؤ' کھانا مل کر کھائیں۔" بندہ نے عرض کی کہ "مجھ کو کھانے کی اجازت نہیں صرف کھلانے کا حکم ہے۔" تو آپ نے فرمایا کہ "مل کر کھانا سنت ہے۔" بندہ نے عرض کی "سنت تو ہے مگر اجازت نہیں۔" تو آپ پوچھتے ہیں "تم کون ہو؟" بندہ نے عرض کی کہ "حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا غلام ہی ہوں اور کون ہوں۔" کھانا کھلا کر برتن لاکر رکھ دیئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "لو جی اندر جا کر روٹی کھا آؤ تو میری بات سنو۔" کھانا کھا کر باہر بیٹھک شریف میں آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "لو جی! جب سے حضرت اعلیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے میرا تمہارا تعلق پیدا ہوا ہے میں تمہارے پاس جاتا رہا تم میرے پاس آتے رہے آج تک میں نے تمہیں کوئی کام بتایا ہے؟" عرض کیا' "جی نہیں۔" فرمایا اچھا! آج میں تم کو ایک کام بتاتا ہوں وہ مانو گے کہ نہیں؟" عرض کیا "جناب! آپ کا حکم نہیں ماننا تو اور کس کا ماننا ہے؟" تو ارشاد فرمایا کہ "یہ مولوی صاحب جتنا عرصہ ٹھہریں تم ان کے ساتھ ٹھہرے رہو۔ تمہارے لئے چارپائی' بستر وغیرہ ان کے ساتھ کردیتے ہیں۔ ہر وقت ہر لمحہ تم ان کے پاس رہو۔ ایک درویش مقرر کیا جائے گا جو تم دونوں کو کھانا اور چائے پہنچا دیا کرے گا۔ مگر شرط یہ ہے یہ رہیں ہفتہ یہ رہیں پندرہ دن یہ رہیں بیس دن' تمہیں ساتھ ہی رہنا ہو گا۔" بندہ کو بھلا کیا عذر ہو سکتا تھا' منظور کرلیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نماز عصر کے بعد باہر جاتے کبھی جنوب کیطرف کبھی مغرب کی طرف۔ مجھے فرمایا کہ "جس طرف ہم جائیں اس طرف تم نہ جانا۔" عرض کیا "اچھا جی۔" پھر فرمایا کہ "دو وقت بیٹھک میں ضرور آیا کریں۔ نو بجے سے لے کر گیارہ بجے تک اور نماز ظہر کے بعد عصر تک۔" عرض کیا "اچھا جی۔" ایک درویش کو فرمایا کہ "ان کی چارپائی اور بستر مولوی صاحب کے ساتھ کردو۔" حسب

marfat.com

ارشاد عمل کیا۔ ایک دفعہ بندہ نے عرض کی "حضور! اس مولوی صاحب کو یہاں رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟" تو فرمایا "اس مولوی صاحب سے دیوبندیت[1] نکالنی ہے اور جو بیج پیر توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بویا تھا اسے پانی دے کر پالنا ہے۔" بندہ یہ سن کر چپ ہوگیا۔ بس مسجد میں رہنا اختیار کیا پورا ہفتہ گزر گیا۔ جمعہ شریف پڑھا تو صبح اس ناچیز کو اور مولوی صاحب کو طلب کیا۔ ہم دونوں حاضر خدمت ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آج تم کو رخصت کرتا ہوں۔ کھانا کھلا کر رخصت فرمائی تو ہم دونوں علی پور اسٹیشن پر آئے۔ گاڑیوں کا کراس تھا۔ وہ گجرات کو چلے گئے بندہ گھر آگیا۔ جب پندرہ سولہ روز گزر گئے تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عاجز کو بلا بھیجا تو بندہ حاضر خدمت ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "شاہ جی! مولوی صاحب نے تم سے کیا کیا باتیں کیں' ذرا بیان تو کرو۔" بندہ نے عرض کی کہ "حضور! آپ کے شیعہ ہونے سے لے کر تمام باتیں حضرت اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے تک دریافت فرمائیں تو بندہ نے تمام حالات شروع سے آخر تک عرض کر دیئے اور حضرت اعلیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بھی دریافت فرمائے تو عاجز کو جتنی خبر تھی عرض کردیئے۔"

ا۔ یہاں "دیوبندیت" سے مراد علمی تکبر اور نخوت ہے۔ اگر حضرت صدیق احمد رحمۃ اللہ علیہ بریلی کے پڑھے ہوتے تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ "دیوبندیت" کی جگہ "بریلویت" فرماتے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک صاحب آئے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تلاش میں آئے ہیں۔ نام پوچھنے پر ان صاحب نے فرمایا حافظ' قاری' سید ..... آپ نے فرمایا "شاہ صاحب! آپ میں تین ایسی خرابیاں ہیں جو منزل مقصود تک پہنچنے میں رکاوٹ بنیں گی۔" انہوں نے ان خرابیوں کی نشاندہی چاہی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "پہلی خرابی تو یہ ہے کہ آپ حافظ ہیں' دوسری یہ کہ آپ قاری بھی ہیں اور تیسری یہ کہ آپ سید ہیں۔ اگر ان کو دور کر سکیں تو منزل سامنے ہے۔" اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ قرآن پاک بھلادیں یا قرات چھوڑ دیں۔ اگر پہلے دو کام وہ کر بھی لیں تو تیسرا کیسے کریں۔ دراصل اپنے نام کے ساتھ ان سابقوں کا اضافہ واضح کررہا ہے کہ انہیں ان باتوں پر فخر ہے جو تکبر کا باعث ہے۔ اور حقیقتاً حضرت موصوف کا اشارہ اس خرابی کو دور کرنے ہی کی طرف تھا۔ اسی طرح حضرت نورالحسن شاہ صاحب کیلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "دیوبندیت" نکالنے کی جو بات کی ہے۔ اس سے مراد بھی علمی تفاخر کو دور کرنا ہے۔ اس کے لئے جناب خواجہ صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مضمون "بارگاہ طریقت میں حاضری اور اس کے گہرے اثرات" کا مطالعہ کریں تو یہ معلوم ہوگا کہ اپنی اس کیفیت (یعنی علم اور پیرزادگی کی وجہ سے جو انا اور فخر اس وقت طبیعت میں تھا اس) کا ذکر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کئی جگہ کیا ہے۔ اسی کو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ختم کرنا چاہتے تھے۔

marfat.com

آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے خوش ہوئے۔ پھر فرمایا کہ "اب جب مولوی صاحب تشریف لائے تو تم کو بلا لیا جائے گا۔" کچھ عرصہ بعد جب مولوی صاحب تشریف لائے تو بندہ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے طلب فرمایا۔ حاضر خدمت ہوا تو فرمایا "شاہ جی! ان مولوی صاحب کے لئے میں دو سال کڑھتا رہا' شکر الحمدللہ اب ٹھیک ہوگئے ہیں۔" بندہ نے مولوی صاحب سے صبح کو عرض کی کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کی بابت اس طرح فرماتے ہیں تو حضرت مولوی صاحب نے فرمایا "جی ہاں! مجھے اتنے عرصہ میں چار مرتبہ خواب میں بھی ملے اور اچھی طرح تنبیہ فرمائی کہ مولوی صاحب ہوش کرو۔ ہر مرتبہ یہ خواب میں اپنی والدہ ماجدہ رحمتہ اللہ علیہا سے عرض کرتا تو وہ فرماتیں کہ "بچہ جا! ایڈی ہستی تجھ کو بلاتی ہے غفلت نہ کر۔" میں کہتا "والدہ جی! یہ خواب خیال ہوتے ہیں۔" اسی طرح ٹال دیتا۔ جب چوتھی مرتبہ خواب میں پہلے سے زیادہ تنبیہ ہوئی تو صبح کو والدہ صاحبہ سے عرض کی۔ تو فرمایا "بچہ! آج ضرور چلا جا' یہ کوئی (بھید) بھیت کی بات ہے۔" تو اسی دن حسب فرمان والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہ' حاضر خدمت ہوگیا۔

اس کے بعد حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولوی صاحب کو جمعہ شریف کی اجازت فرماتے ہیں تو مولوی صاحب نے عرض کیا کہ "حضرت! جمعہ کس کو پڑھاؤں' نمازی ہی کوئی نہیں۔" آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "تم شروع تو کرو نمازی بہتیرے آجاویں گے۔ پہلے دن لوہار' ترکھان' موچی وغیرہ کو بلا لانا اور کہنا کہ آؤ بھئی مجھ کو جمعہ پڑھاؤ۔ بس اسی طرح کام چل جائے گا۔" تو حسب فرمان حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جمعہ پڑھانا شروع کردیا تو دو تین جمعہ شریف کے بعد جب مولوی صاحب حاضر خدمت ہوئے تو حضرت قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "کیوں مولوی جی! جمعہ شریف میں کچھ بندے آتے ہیں یا نہیں۔" مولوی صاحب نے فرمایا کہ "حضرت! بہت آدمی ہو جاتے ہیں۔" پھر فرمایا کہ "میرے کہنے پر آپ گھاٹے میں تو نہیں رہے؟" عرض کیا کہ "نہیں جی! شکر ہے مولا کریم ذوالجلال والاکرام کا۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اتنی خلقت ہوتی ہے کہ کوئی شمار نہیں ہوسکتا۔" بندہ نے دو تین جمعہ شریف وہاں ادا کئے ہیں۔ اب میں ان حضرات سے پوچھتا ہوں جو حضرت صاحبزادہ صاحب کو دیوبندی کہتے

marfat.com

ہیں[1] کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میری موجودگی میں ایک دفعہ فرمایا تھا کہ "حضرت شاہ صاحب[2] رحمۃ اللہ علیہ میریاں تمام بیلیاں وچوں افضل و اعلیٰ و برتر ہستی ہیں۔" تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے روبرو فرمایا "کہ حضرت صاحبزادہ صاحب سیدے شریف والے میری نظر میں کوئی وکھری[3] چیز ہیں۔"

۱۔ تکبر کسی بھی بات پر ہو' یہ حاسد بنا دیتا ہے۔ چند علما جو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند تھے اور ان سے بیعت بھی تھے' نے جب دیکھا کہ حضرت صدیق احمد سیدوی رحمۃ اللہ علیہ شاہ صاحب سے بیعت بھی نہیں ہیں اور انہیں توجہ بھی زیادہ دی جاتی ہے تو ان کے دل میں حسد نے کروٹیں بدلنا شروع کردیں۔ شاہ صاحب کی زندگی میں تو وہ دبے لفظوں میں ہی اس کا تذکرہ آپس میں کرتے مگر آپ کے وصال کے بعد انہیں اور کوئی بات مل نہ سکی تو حضرت سیدوی کو دیوبندی اور وہابی کہنا شروع کردیا۔ اس پر مصنف مضمون ہذا نے یہ بات کہی۔ حقیقت یہ ہے کہ صوفی' سنی' وہابی وغیرہ کی بحث سے بہت بلند اور ہر آنے والے شخص کو اللہ تعالیٰ کا مہمان سمجھتا ہے نہ کہ سنی یا وہابی۔

۲۔ حضرت شاہ صاحب میرے تمام ساتھیوں میں سے افضل و اعلیٰ ہستی ہیں۔

۳۔ انوکھی

marfat.com

میرے تاثرات

(بحوالہ ماہنامہ سلسبیل لاہور جولائی ۱۹۷۰ء)

چہ باید مرد را طبع بلندے مشرب نابے
دلے گرمے نگاہے پاک بینے جان بے تابے[1]

انسانی ذہن کو متاثر کرنے والی تو ان گنت چیزیں ہیں لیکن بنیادی طور پر صرف تین چیزیں ہی ایسی ہیں جن کا تاثر عام اور گہرا ہوتا ہے۔ بنظر غائر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی چیزیں تو ان ہی کی فروع ہیں اصل بنیادی یہی تین چیزیں ہیں۔ مال' جمال' کمال۔ مال اور جمال کا تاثر تو فوری ہوتا ہے اور بظاہر گہرا بھی ہوتا ہے لیکن اس تاثر کو بقا حاصل نہیں ہے۔ اہل طریقت کی نظر میں مال و دولت کے طالبین کو "جیفہ" یعنی دنیا کے کتے شمار کیا گیا ہے۔ مال و دھن کے طالب اصل علم سے ہمیشہ محروم رہتے ہیں۔ اصل علم ہے' اپنے نفس کا علم۔ اس لحاظ سے بھی یہ جہلا کی صف میں آتے ہیں۔ رہا حسن و جمال کا تاثر یہ بھی پلک جھلک کا کھیل ہے اور ڈھلتا سایہ ہے۔ اہل نظر کے ہاں یہ بھی ایک دھوکا اور فریب اور عظیم فتنہ ہے۔ کسی نے اس کے تاثر یعنی عشق کا انجام کیا اچھا بیان کیا ہے۔

ناکامی عشق ہو یا کامیابی
دونوں کا حاصل ہے خانہ خرابی

لیکن کمال' خصوصاً اخلاقی اور روحانی کمال' اسے خود بھی بقائے دوام حاصل ہے اور اس کے تاثرات اور نقوش بھی بہت گہرے اور ان مٹ اور لازوال ہوتے ہیں۔

۱۔ بلندی طبع' پاکیزہ مشرب' گرمی دل' پاک نگاہ اور بے قرار روح ہی مرد خدا کا سرمایہ ہے۔

marfat.com

ہر بہار کو خزاں کا کھٹکا درپیش ہے لیکن یہ بہار تو ازل سے ابد تک سدا بہار ہے۔ حضرت[1] رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے متعلق میرے تاثرات اس روحانی و اخلاقی کمال کے رہین منت ہیں نہ کہ مال و جمال کے۔ یہ دوسری بات ہے کہ کسی منزل یا کسی شخص کے محبوب بن جانے کے بعد منزل یا وہ شخصیت ہی محبوب نہیں ہوتی بلکہ وہ نقش اور جادے[2] بھی محبوب بن جاتے ہیں جو منزل کے حصول کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ ہر وہ چیز جو محبوب منزل اور محبوب شخصیت سے تعلق رکھتی ہو اس راہ کے مسافر کو حسین اور محبوب نظر آنے لگتی ہے۔ اس محبت کی مستی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اسے راہ شوق کے خار بھی عزیز ہوتے ہیں۔ وہ ان کی لذت سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ مجنوں کا وہ شعر ہماری تاریخ اور ادب میں کس قدر افادیت کا حامل ہے جس کے ذریعہ اس نے لیلیٰ کے شہر کے در و دیوار کو چومنے کی حکمت بیان کی تھی۔ اس دیوانگی کو وہ عین حکمت قرار دیتے ہوئے بولا کہ مجھے اس شہر کی جاذبیت اور کشش نے مسحور نہیں کیا بلکہ مشغولیت کی وجہ وہ ذات ہے جو شہر میں قیام پذیر ہے۔

[3]

امرعلے الدیار دیار لیلٰے
اقبل ذالجدار و ذالجدارا

[4]

وما حب الدیار شغفن قلبی
ولکن حب من سکن الدیارا

ایسے عاشق کو منزل کے حسن و جمال سے ہی شغف نہیں ہوتا بلکہ آثار و نقوش محبوب سے بھی دلچسپی ہوئی ہے۔

۱۔ حضرت خواجہ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیربل شریف تحصیل بھلوال۔
۲۔ جادہ کی جمع۔ راستہ پگڈنڈی۔
۳۔ لیلیٰ کے در و دیوار کے قریب سے میں گزرتا ہوں تو انہیں بوسہ پر بوسہ دیتا ہوں۔
۴۔ میرے دل کی بے قراری در و دیوار کے لئے نہیں بلکہ دیواروں کی پناہ میں رہنے والوں کے لئے ہے۔

marfat.com

اخلاق کی اہمیت

ہو سکتا ہے بعض دوست اخلاق کا لفظ پڑھ کر یہ خیال کریں کہ اخلاق اپنے اندر کیا کمال رکھتے ہیں' یہ تو ایک معمولی اور مختصر سا لفظ ہے مگر حقیقت میں یہ لفظ بہت جامع ہے۔ اگر اس کی جامعیت پر نظر ڈالی جائے تو صدیقیت تک کا اعلیٰ مرتبہ حاصل کرنے کے لئے جن مراحل سے گزرنے کی ضرورت ہے اور مرتبہ ولایت تک پہنچنے کے لئے جس تہذیب اور اصلاح کی حاجت ہے اسی ایک لفظ خلق میں داخل ہیں۔ خلق ظاہری شکل و شبیہ کو کہا جاتا ہے۔ باطنی شکل و شبیہ سے مراد خو' خصلت' عادت سیرت' طبیعت' مزاج' وصف' مزاج' برتاؤ' نبھاؤ' تمیز' سلیقہ' شعور وغیرہ ہے۔ جب تک انسان کے باطنی اوصاف درست اور صحیح اور اعتدال پر نہ ہوں اسے انسانیت زیب نہیں دیتی اور اس کی شرافت کے تاج میں آدمیت کی میناکاری جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری نظر آتی ہے۔ اخلاق کی عظمت و برتری کا اندازہ لگانے کے لئے [1] تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ پر غور کرنا ضروری ہے۔ رسالت مآب ﷺ کے کامل و اکمل مکمل ترین ہونے کی دلیل [2] اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم سے بیان کی گئی ہے۔ جناب رسالت مآب ﷺ کی یہی وہ چمکتی دمکتی حقیقت تھی جس کو دیکھ کر عرب کے اجڈ اور اکھڑ اور وحشی انسان شمع رسالت ﷺ پر پروانہ وار نثار ہوئے۔ مال اور جانیں نثار کرکے یہ ثابت کردیا کہ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم نبوت اور رسالت کی عظیم ترین اور سچی دلیل ہے۔ [3] بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاق بعثت کی علت [4] غائی ہی مکارم اخلاق قرار دی گئی۔

تاثر کی نوعیت میں فرق

اخلاقی کمال کا تاثر مال و جمال کی طرح فوری نہیں ہوتا اور نہ ہی ہر شخص اس سے متاثر ہونے کی اہلیت رکھتا ہے۔ اس کمال سے ایسی طبائع متاثر ہوتی ہیں جو ذوق

۱۔ اخلاق خداوندی سے موصوف ہو جاؤ۔
۲۔ یقیناً" آپ اخلاق کی بلندیوں پر فائز ہیں۔
۳۔ میں تکمیل اخلاق کے لئے بھیجا گیا ہوں۔
۴۔ مقصود' اصل وجہ جس کے لئے کوئی چیز بنی۔

marfat.com

سلیم اور اپنے اندر صلاحیت اور عمدہ استعداد کا جوہر رکھتی ہیں۔ پھر ایسا تاثر ابدی اور دائمی ہوتا ہے۔

میرے تاثر کی ابتدا

یہ بات تو نہ تھی کہ میں حضرت[1] کے خاندان یا حضرت میرے اب وجد کو جانتے نہ تھے۔ لیکن میں اس دن تک حضرت کے اخلاقی و روحانی کمال سے متاثر نہ تھا سوائے اس بات کے کہ حضرت ایک بزرگ کے سجادہ نشین ہیں اور بس۔ اس سے زیادہ نہ کبھی سمجھا اور نہ کبھی سمجھنے کی کوشش کی۔ کوشش بھی کیسے کرتا جبکہ میں خود پیدائشی سجادہ نشیں اور ایک بگڑا ہوا مولوی تھا۔ میرے لئے پیر' صاحبزادہ' سجادہ نشین ہونے میں مطلقاً کوئی کشش نہ تھی اور نہ ہے کیونکہ

میں محرم ہوں راز درون میخانہ

شرف نیاز مندی کی ابتدا اس دور زریں کے اختتام سے ہوئی جبکہ قبلہ عالم حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسند آرائے حضرت کیلیانوالہ شریف کی ذات بابرکات ایک جہان کو اپنے نور باطنی سے منور کرکے واصل باللہ ہوچکے تھے۔ ہجرو فراق کی آتش اندر ہی اندر سلگ رہی تھی۔ مربی سے محروم ہونے کا احساس شدید صورت اختیار کرچکا تھا۔ حضرت کا چہلم آگیا۔ اس تقریب پر ایک عظیم اجتماع تھا۔ اس سلسلہ عالیہ کے چوٹی کے حضرات جمع ہوچکے تھے۔ صبح کی آخری مجلس تھی جس میں رسم دستاربندی ادا کی جانی تھی۔ حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ اس تقریب میں شامل تھے جس کا علم مجھے بعد میں ہوا۔ مجلس کی پہلی صفوں میں آپ مجھے نظر نہیں آئے۔ جناب[2] صاحبزادہ دامت برکاتہ' نے مجھے ایک ضروری اعلان کرنے کے لئے ارشاد فرمایا اور صرف پندرہ

۱۔ شیخ الطریقت حضرت محمد عمر صاحب سجادہ نشین خانقاہ عالیہ بیربل شریف آپ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ اور علوم طریقت پر دسترس رکھتے تھے۔

۲۔ جناب باقر شاہ صاحب۔ حضرت نور الحسن شاہ صاحب کیلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور سجادہ نشین

marfat.com

منٹ کے وقت کا بھی تعین کردیا۔ اعلان یہ تھا کہ حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کسی کو خلافت نہیں دے گئے اور اس حقیقت کو اچھی طرح لوگوں پر واضح کردینا۔ اس اعلان کے لئے مجھے کیوں منتخب کیا گیا اس وقت اس سے بحث نہیں۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز[1]
ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

وقت پر اعلان کے لئے کھڑا ہوا جذبات کا لاوا آتش فشاں پہاڑ کی طرح پھٹ پڑا۔ ہر طرف آہ و بکا کا شور برپا تھا۔ آخر میں اعلان کیا اور بیٹھ گیا۔ مجلس ختم ہوگئی۔ مایوسی کے عالم میں واپس لوٹا۔ اور امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر ورد زبان رہا۔

گوری سوئے سیج پر مکھ پر ڈالے کیس
چل خسرو گھر اپنے اندھیر بھیو چو دیس

گھر آیا چارپائی پر گر پڑا۔ آنسوؤں کا ایک دریا تھا جو امڈ آیا' ہچکی بندھ گئی اور یہ غم کھائے جارہا تھا کہ شتر بے مہار کی طرح رہنا کسی صورت مناسب نہیں کیونکہ تربیت کی ہمہ وقت ضرورت ہے۔ اب کیا ہوگا؟

شرف نیاز مندی

اگلے ہی روز میاں فضل احمد ساکن موضع دوگل متصل پھالیہ ملنے کے لئے آئے' جو حضرت موصوف کے مخلص ہیں' بغل میں ایک کتاب لئے تھے۔ علیک سلیک کے بعد میں نے پوچھا کہ کیا کتاب ہے۔ انہوں نے کتاب مجھے تھمادی۔ ورق جو الٹا اس کا نام "انقلاب[2] الحقیقت" لکھا پایا جو حضرت کی تصنیف تھی۔ بصد اصرار اس سے

۱۔ افشائے راز میں کوئی مصلحت نہیں ورنہ رندوں کی محفل میں ایسی کوئی خبر نہیں جو کہ ظاہر نہ ہو۔
۲۔ یہ کتاب پہلے نایاب تھی۔ اب مکتبۃ الرحمٰن سلفیہ نیوسول لائن سرگودھا سے نہایت دیدہ زیب انداز میں شائع ہوئی ہے۔

marfat.com

کتاب لی۔ مطالعہ شروع کیا مجھے یوں محسوس ہورہا تھا کہ میرا کوئی آنسو بارگاہ الٰہی میں قبول ہوگیا ہے جس کا جواب اس صورت میں مل چکا ہے۔ وجدانی طور پر مجھ پر یہ کیفیت طاری تھی کہ کوئی علوم طریقت اور تربیت گاہ طریقت کے عجیب و غریب شہر کی سیر کرا رہا ہو۔ کتاب دیکھنے سے پہلے شکستہ دل بیٹھا تھا اب ہمت بندھ گئی' تازہ دم ہوگیا۔ کتاب نے صاحب کتاب کی شخصیت سے متاثر کیا اور یہ تاثر اس حد تک گہرا تھا کہ ملاقات کی پیاس بھڑک اٹھی اور ایک عریضہ حاضری کی اجازت کے لئے لکھ ڈالا۔ واپسی مکتوب گرامی جو آپ نے تحریر فرمایا اس کا اقتباس پیش خدمت ہے۔

"مکرمی ! اگر آپ صاحبزادہ اور میرے مکرم بن کر تشریف لانا چاہیں تو یہ میری سعادت ہوگی۔ بہر قدمے[1] کہ برادری تو پائے زما چشمے کا معاملہ ہوگا۔ لیکن اگر سالک بن کر تشریف لانا چاہیں تو کیا عرض کروں' انقلاب ایک خواب ہے جس کی بابت شب جائے کہ من بودم[2] کہہ سکتا ہوں۔ میں وہی ہوں جس کے پلے اس خواب کے سوا کچھ نہیں۔ جب وقت تھا تو تھا۔ اب نہیں تو نہیں۔ کسی کو دھوکا دینا نہیں چاہتا۔ میرے محترم ! مجھے نہایت خوشی اس وقت ہوئی جب میں نے آپ کو حضرت کیلیانوالہ میں دیکھا پھر جب آپ کے چند کلمات مجلس میں سنے تو از حد خوشی ہوئی اور وہ چند کلمات دل میں بیٹھ گئے۔ معلوم ہوا صاحبزادگی میں کچھ تو ہے۔ ایک بزرگ کی اولاد پر کتنی مہربانی ہے۔ اب آخر میں اتنا عرض کئے دیتا ہوں۔ کہ اب آپ کو کسی کے پاس جانے سے بڑھ کر اپنے پاس رہنا ہی بہتر ہے۔ جو کچھ دیکھا وہی اچھا ہے۔ کیونکہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد جب تشنگی بھڑکی تو پھر قدم ادھر ادھر اٹھائے لیکن تسلی و طمانیت کی جگہ بزرگوں کی نسبت شک و شبہ نے موقع پایا۔ اب توکل پر ہوں اور راضی برضا ہوں۔ اپنی بے چارگی کے سوا چارہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم بزرگوں کی اولاد پر رحم فرمائے۔"

والانامہ کی عبارت اور عبارت کا ہر لفظ خلوص' نیک نیتی' بے نفسی' تواضع' اعلیٰ اخلاق اور احترام آدمیت کا مظہر تھا۔ یہاں تو وہی جنس قبول ہوتی ہے جو خالص ہو۔ یہ تحریر صاف پتہ دے رہی ہے کہ سجادگی' صاحبزادگی' مولویت کی تحریر نہیں بلکہ ان سے

۱۔ وہ قدم جو برادرانہ طور پر رکھیں گے اس کے سامنے آنکھیں فرش راہ ہیں گی۔
۲۔ رات' کہ جہاں میں تھا۔

marfat.com

اوپر اور بلند شخصیت کی تحریر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ شخصیت مولویت وغیرہ کی پست سطح سے بلند اور بہت بلند نظر آئی۔ جو پھول خوشبو نہ دے وہ بیکار ہے۔ اس تحریر سے محبت اور عقیدت بڑھ گئی اور یہی عقیدت بیربل شریف لے گئی۔

حاضری کے چند تاثرات

خواص کی مجلس کے آداب سے پہلے بھی شناسا تھا مزید قبلہ عالم شاہ[1] صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جلالی تربیت سے اس سلسلہ عالیہ کے آداب سے کسی قدر واقف ہوچکا تھا مگر موصوف کی بارگاہ کے نشست و برخاست اور آداب وہ نہ تھے جو مجھے حضرت کیلیانوالہ کی بارگاہ طریقت میں دیکھنے میں آئے تھے۔ چارپائی نما قسم کی بنی ہوئی دیسی کرسیاں رکھی تھیں۔ لوگ انہی پر بیٹھتے' میں بھی اسی قسم کی ایک پیڑھی پر بیٹھ گیا۔ بعد میں آپ تشریف لائے اور میری طرف ذرا متوجہ ہو کر فرمایا "کہ میں شیر محمد نہیں ہوں۔" اور بس' اور لوگوں سے باتیں کرنے لگے۔ میرے اس پوشیدہ خطرے کا جواب بھی ہوگیا اور اپنی نفی اور اپنے شیخ کے علو مقام کا بھی پتہ چل گیا۔ سرشام چارپائیوں پر الگ الگ مہمانوں کو کھانا دیا گیا۔ پھر ایک خیال تمام رات ستاتا رہا کہ حضرت میاں[2] صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو سب کو اکٹھا کھانا کھلایا کرتے تھے اس کے خلاف ایسا کیوں؟ بعد نماز فجر مجلس قائم ہوئی چند احباب اور بھی تھے اور سلسلہ کلام کی ابتدا یوں ہوئی کہ "سبحان اللہ! میاں صاحب (رحمۃ اللہ علیہ)' میاں صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) ہی تھے۔ (اکثر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر اسی انداز سے ہوتا) سبحان اللہ ! کیا ہستی تھی۔ میاں صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) جب کھانا کھلایا کرتے تھے تو دل بھی اکٹھے ہوتے تھے۔" مجھے اب احساس ہوا کہ میں ایک روشن ضمیر مرد مومن کے سامنے بیٹھا ہوں۔ مجلس کی ہر بات دل نشیں اور ہر فقرہ دلکش تھا۔ واپس یہ تاثر لے کر لوٹا کہ میری گم شدہ چیز مجھے مل گئی۔ الحمد للہ ! اجازت لے کر واپس آیا اور آتے ہی رسالہ "نور اسلام" جاری کرالیا۔ اس میں حضرت کے مضامین شائع ہوا کرتے تھے۔ اور میں صرف آپ ہی کے مضامین بڑے ذوق اور گہرے غور و فکر سے پڑھا کرتا اور

۱۔ حضرت خواجہ نورالحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیلیانوالہ شریف
۲۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

marfat.com

جب کسی حقیقت تک پہنچتا تو جھوم جاتا اور جب آپ کے مضامین شائع ہونے بند ہوگئے میں نے رسالہ بند کردیا اور جب کسی حاضری میں آپ کے کلام کے متعلق کچھ عرض کرنے کا موقع ملتا اور آپ یہ سمجھ کر کہ میرے کلام کو کسی حد تک سمجھ رہا ہے تو بڑے خوش ہوتے۔ الغرض حضرت نوازش ہائے پیہم سے نوازنے لگے اور نوازتے ہی رہے اگر کبھی حاضری میں دیر ہو جاتی تو اس نوع کے مکتوب آنے لگے۔ ایک گرامی نامہ آیا۔ جس کا عنوان تھا

"آیا کرو ادھر بھی میری جاں کبھی کبھی"

کثیر تعداد میں مکتوبات میرے پاس موجود ہیں جن میں میرے جیسے ناقص کے لئے ہر قسم کی رہنمائی موجود ہے اور یہ ایک قیمتی سرمایہ ہے۔ اور جب کبھی اس اجڑے دیار میں تشریف لاتے تو غریب خانہ کو اپنے قدوم[1] میمنت سے رشک صد چمن بناتے۔ میں نے اس عرصہ میں آپ کی ذات گرامی کو ان اخلاق عالیہ کا پیکر پایا۔ علم، حلم و تواضع، عفت، قناعت، توکل، زہد، تقویٰ، حیا، ظرافت، لطافت، دیانت، عفو، شفقت، کرم، ایثار، احسان، صبر، وقار، حسن معاملہ، صدق و صفا، محبت و رضا، حضور و غیب، سرچشم، غیور، دشمن نواز، راست باز، خوف الٰہی میں چور، قطع علائق میں بے باک، حب فی اللہ کے مقام میں راسخ، استقامت میں نہایت پختہ، بلند ہمت طبیعت، حب الٰہی کے نور سے دل گرم، نگاہ پاک اور دین کی سربلندی اور اصلاح خلق کے لئے جان بے تاب۔ یہ اخلاق اگر ولایت کی دلیل اور کرامت نہیں تو پھر کرامت اور کس چیز کا نام ہے؟ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ معصوم عن الخطا تھے۔ یہ کیسے کہہ سکتا ہوں اور نہ میرا یہ عقیدہ ہے۔ مگر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت اور نسبت نے آپ کو کندن بنادیا تھا اور ان اخلاق کی چلتی پھرتی ایک زندہ تصویر تھے۔ اب مجھے لاہوری درویش-علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے وہ

1۔ قدوم: آمد، میمنت: برکت، باعث برکت تشریف آوری

marfat.com

چند اشعار یاد آرہے ہیں جن میں ایک صوفی کی صحیح تصویر کھینچی گئی ہے اور حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کو اس میں ملاحظہ فرمایئے۔

نوری و خاکی نہاد' بندہ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی' اس کا دل بے نیاز

اس کی امیدیں قلیل' اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دل فریب' اس کی نگاہ دل نواز

اسی پر اپنی ناقص تحریر کو ختم کرتا ہوں۔ آزردہ[1] شوی ورنہ سخن بسیار است' اور یہ کہہ کر

تیرا غم رہے سلامت میرے دل کو کیا کمی ہے
غم یار تیرے صدقے' یہی میری زندگی ہے

رخصت ہوتا ہوں۔ میری نگاہ میں صرف آپ کی ذات گرامی ہی قابل زیارت نہ تھی بلکہ وہ بستی بھی زیارت گاہ ہے۔

ا۔ باتیں تو بہت ساری ہیں مگر خوف ہے کہ آپ آزردہ ہوں گے۔

marfat.com

آہ!

شیخ طریقت کا وصال

(بحوالہ ماہنامہ سلسبیل لاہور دسمبر ۱۹۶۷ء)

ضرورت جتنی بڑھ رہی ہے صبح روشن کی
اندھیرا اور گہرا اور گہرا ہوتا جاتا ہے

غالباً کسی کام سے گوجرانوالہ گیا اور ایک دوست بابو محمد اکرم صاحب کے مکان پر قیام تھا۔ سورج طلوع ہوچکا تھا۔ میرے میزبان کسی کام سے بازار گئے' واپس آئے تو روزنامہ کوہستان بھی ساتھ لائے اور کانپتے ہاتھوں سے اخبار میرے سامنے رکھ دیا اور کہا ہائے دیکھئے یہ کیا سرخی ہے۔ سرخی تھی کہ حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب وصال فرما گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ کلیجہ دھک سے رہ گیا۔ صدمہ سے سانس رکتا معلوم دینے لگا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھاگیا۔ دوستوں نے میرے چہرہ پر آثار غم دیکھتے ہوئے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ میں نے پنجابی میں ہی کہا کہ "بس طریقت دی وسدی جھوک اجڑ گئی اے۔" خیر بصد مشکل سنبھلا۔ تمام خبر پڑھی جس میں تجہیز و تکفین کا پروگرام شائع کیا گیا تھا۔ پروگرام سے معلوم کرلیا کہ جناز میں تو شریک نہیں ہو سکتا۔ اگر پہلے سے کچھ بھی اطلاع ہوتی تو پھر جنازہ میں شریک ہونے کی امید کی جاسکتی تھی۔ مگر شومی قسمت

نہ گلہ ہے دوستوں کا نہ شکایت زمانہ

وہاں سے سیدھا بیربل شریف جانے کے لئے چل کھڑا ہوا۔ افتاں و خیزاں مغرب تک جا پہنچا۔ رسم قل میں شامل ہوا۔ چند لمحے ایسے گزرے جیسے توے پر دانہ اسپند۔ مزار پاک کی زیارت سے زخمی دل کو تسلی دیتے ہوئے واپس لوٹا تو یہ دو انمول چیزیں ساتھ تھیں۔ چشم پرنم اور ان کی یاد۔ زمانے نے ان کو تو ہم سے چھین لیا یہ تو اس کے بس کی بات تھی لیکن ان کی یاد کو چھیننا یہ کسی کے بس کی بات نہیں۔

۱۔ بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف جانے والے ہیں۔
۲۔ گرتے پڑتے۔

marfat.com

کون کھوسکتا ہے دل سے ان کی یاد
جن کا ایماں ہوگئی ہو ان کی یاد

موت و حیات کا سلسلہ تو روز ازل سے چلا آیا ہے اور ابد تک رہے گا۔ قدرت کا یہ اتنا اٹل قانون ہے کہ اس آئے ہوئے وقت کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

جز ذات خداوند کہ ہے دائم و قائم
دنیا میں سدا کوئی رہا ہے نہ رہے گا

دنیا میں جو آیا ہے فنا ہونے کے لئے آیا ہے اور جو کوئی پیدا ہوا ہے وہ ایک دن مٹ جانے کے لئے ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ بچے بوڑھے جوان و نوجوان مرد عورتیں توانا و ناتواں کا ایک میلا ہے جو قبرستانوں کی طرف جا رہا ہے۔

گلشن ہستی میں مانند نسیم ارزاں ہے موت

لیکن بعض موتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا زخم زمانہ صدیوں تک نہیں بھلا سکتا۔ جس طرح جینے والے کئی طرح کے ہوتے ہیں اسی طرح مرنے والے بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ زندگی کے ڈھنگ گوناگوں ہیں تو موت کے انداز بھی رنگارنگ۔ ایک وہ لوگ ہیں جو ہماری طرح زندگی کی بھیک مانگتے مانگتے ختم ہوجاتے ہیں اور ایک وہ بھی ہوتے ہیں جو لڑتے لڑتے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زندگی گزارتے ہیں۔ اور ایک وہ ہوتے ہیں جو مرنے سے پہلے ہی اپنے مولا وحدہ' لاشریک اور اپنے آقا جناب سید المرسلین ﷺ کی محبت و اطاعت میں مرمٹتے ہیں۔ یہ اس شان و شوکت سے مرتے ہیں کہ اس موت سے یہ اور زندہ تر اور زندہ تر سے زندہ ترین ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے ان کی موت کو وصال سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس دن کو یوم العروس کہا جاتا ہے۔

marfat.com

زندگی نتواں گفت حیاتے را کہ مردست[1]
زندہ آں ست کہ با دوست وصالے دارد

اس قسم کے لوگوں کے کارنامے تاریخ اپنے دامن میں سمیٹتی ہے۔ ان کی عظیم روحوں کے مزار اپنے سینے پر بناتی ہے اور وہ روحیں رہتی دنیا تک اپنی عظمت کے مناظر دیکھتی رہتی ہیں۔

بعد از وفات تربت ما در زمیں مجو[2]
در سینہ ہائے مردم عارف مزار ماست

ایک ایسا ہی مرنے والا ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۷ء کی تاریخ کو اکیاسی برس کی عمر میں اس سرائے فانی سے منہ موڑ کر اپنے مولا حقیقی سے جاملا۔ اس جانے والے کو ایک دنیا شیخ طریقت، ترجمان حقیقت، محبوب الٰہی، قطب العالم، مصنف اور اہل قلم کے ناموں سے جانتی پہچانتی ہے۔ اور آج اس مرد مومن کو مرحوم لکھتے ہوئے چراغ نو کی طرح قلم کانپ رہا ہے جو حقیقی زندگی سے بھرپور تھا، جس نے اسلام اور ملت اسلامیہ کی اصلاح و فلاح کے لئے زندگی وقف کرر کھی تھی۔

محبوب الٰہی محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرزمین پنجاب میں علم و عرفان کے ان آفتابوں اور ماہتابوں یعنی للھی[3] رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اور خاندان مرتضوی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری یادگار تھے۔ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی بزم کی آخری شمع اور بزم

۱۔ ظاہری زندگی کا نام حیات نہیں بلکہ زندہ وہ ہے جو دوست سے شناسائی رکھتا ہو۔
۲۔ مرنے کے بعد میری قبر زمین میں تلاش نہ کرنا بلکہ میر مزار عارف مردوں کے سینوں میں ہو گا۔
۳۔ آپ کے جد امجد جناب غلام مرتضیٰ بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ ساکن للہ شریف کے خلیفہ تھے۔ خود حضرت موصوف نے حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے زانوئے ارادت تہہ کیا۔

marfat.com

سلوک و تصوف کے آخری رفیق تھے۔ جو کل تک ارشاد و ہدایت کی مسند کے مسیحا تھے، آج

رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہوئی مینا اسے
کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے

سرزمین پنجاب کے اسلاف طریقت کی آخری نشانی جو بیربل شریف جیسی بستی میں پیدا ہوئی اور آج یہیں ابدی نیند میں محوخواب ہے، نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک بیربل شریف کو اپنے ذکر و اذکار کا جلوہ گاہ بنائے رکھا۔ یہیں ان کا ستارہ چمکا اور یہیں اس آفتاب عالمتاب نے سفر آخرت اختیار کیا۔ ایک گنج گراں مایہ تھا جو یہاں دن ہے۔

دفن ہوگا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز

اس پائے کا ولی اللہ اب شاید چراغ لے کر ڈھونڈے بھی نہ مل پائے۔

آج اگر ان کی موت پر ہماری قومی صحافت متاثر نہیں ہوئی تو یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں قوم نے ہمیشہ اپنے مخلص اکابر سے یہی سلوک روا رکھا ہے۔ لیکن دنیا اس حقیقت کو کبھی بھلا نہیں سکتی۔

کبھی کبھی تو اسی مشت خاک کے گرد
طواف کرتے ہوئے ہفت آسماں گزرے ہیں

ہمارے علما و صوفیا مبلغین اور واعظ حضرات اس حقیقت سے ہرگز بے خبر نہیں کہ اس مرد درویش اور بے ریا فقیر نے ہر کس و ناکس کے دل میں اپنا گھر بنا رکھا تھا۔ وہ صحیح معنوں میں ایک مردمومن کی سچی تصویر تھے۔ انہوں نے اپنی مقدس زندگی میں ہزاروں انسانوں کی اسلام کی روحانی اقدار پر تربیت فرمائی۔ ہزاروں کج رو طبائع سلامتی کی راہ

marfat.com

پر چل نکلیں۔ علوم طریقت کی اشاعت میں کئی بے نظیر تصانیف فرمائیں۔ رسالہ "سلسبیل" جاری فرمایا۔ ان کی مجلس میں جو گھڑیاں گزرتی تھیں وہ خدا اور رسول ﷺ، اسلام اور اسلامی تعلیمات ہی کے متعلق ہوتیں۔ الجھے ہوئے مسائل کی گتھی کو یوں سلجھاتے کہ گویا الجھاؤ تو تھا ہی نہیں۔ اور چند فقروں میں تہہ تک پہنچا دینا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وہبی علوم کا ایک خاص کمال تھا۔ مجلس کی سنجیدگی کا یہ عالم تھا کہ حضرت کی زبان سے کبھی کسی نے برائی سنی ہی نہیں۔ وہ اپنے کٹر مخالف مولویوں کے متعلق بھی بڑے سوز و گداز سے فرماتے کہ ان کی برائی نہ کرو۔ وہ برے نہیں۔ بس ان کو ایسا ہی تحقیق ہوا ہوگا۔ اپنے نظریات کسی کے سر تھوپنے کی کبھی کوشش نہ فرماتے۔ مخالفین بھی اعتراف کرتے ہیں کہ سچی بات ان کا شعار تھا۔ عمر بھر سچی بات کہتے رہے۔ جن لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات و مضامین سنے یا پڑھے ہیں وہ اقرار کرتے ہیں کہ اعلاء کلمۃ الحق[1] انہیں کا حصہ تھا۔

ایک تاریخ کا خاتمہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پرملال سے تنہا ایک شخصیت کا خاتمہ ہی نہیں ہوا بلکہ تاریخ کے ایک مکمل عہد کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ وہ عہد شاید اب کبھی واپس نہ آئے گا۔ ان کی ذات سے ملت کی ایک عظیم تاریخ وابستہ تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک شخص نہ تھے بلکہ ایک تاریخ تھے جس کا سرا امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک و طریقت سے ملتا ہے۔ تصوف و تزکیہ نفس، علم و فضل، تقویٰ و طہارت، تفقہ فی الدین، ذہانت و فطانت اور تحریر و تقریر کی ایک جامع چلتی پھرتی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ عالیہ قدیم و جدید لوگوں کے لئے ایک سنگم تھا۔ اگر ایک طرف علما و فضلا، صوفیا، زہاد، مبلغین اور طالبین دین کا جمگھٹا رہتا تھا تو دوسری طرف مغربی یونیورسٹیوں کے گریجویٹوں کا بھی تانتا بندھا رہتا تھا۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خلق، ان کی شرافت، وضعداری، مہمان نوازی اور ان کے کردار کی بلندی سب کو اپنا گرویدہ بنائے رکھتی۔ وہ بیک وجود ایک زاہد، ایک بے ریا صوفی، ایک عالم دین، ایک مبلغ اسلام ہونے کے علاوہ

---

[1] حق بات کو بلند کرنا۔

marfat.com

زندگی کے تمام مسائل' ہنگامی حالات' سیاسی پیچیدگیوں وغیرہ کا ایک کامیاب اور شرعی حل رکھتے تھے۔

چھپے تھے تجھ میں وہ لاکھوں گہر اے مجمع خوبی
ملاقاتی تیرا گویا بھری محفل سے ملتا تھا

بہرحال حق گو علما اور صوفیا کی یہ آخری نشانی تھی جو ملت اسلامی کو داغ مفارقت دے گئی۔ یہ درست ہے کہ دنیا ایک سرائے فانی ہے' یہاں مستقل رہنے کو کوئی نہیں آیا' لیکن علم و عمل کا یہ زوال اور انحطاط خوفناک مستقبل کی غمازی کررہا ہے۔ لوگ اپنے جانے کے بعد اپنی جگہ خالی چھوڑ جاتے ہیں۔ اس سلسلہ عالیہ کے جو گنے چنے باقی ماندہ افراد ہیں خداتعالیٰ اُن کے سایہ کو قائم رکھے۔ آمین

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں
بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لئے

مادر گیتی صدیوں تک ان کے انتظار میں روئے گی۔ علم و عمل' شرافت و اخلاق' تصوف و سلوک کی جو کائنات اجڑی جارہی ہے وہ کبھی آباد ہوگی ؟ جن خوش نصیب حضرات کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتیں نصیب ہوئیں آج کوئی ان کے دل سے پوچھے جو اب بھی زبان حال سے کہہ رہے ہیں۔

دل کو تڑپاتی ہے اب تک گرمی محفل کی یاد
جل چکا حاصل مگر محفوظ ہے حاصل کی یاد

وہ میری نظر میں

یہ بات تو نہ تھی کہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے واقف نہ تھا یا حضرت رحمۃ اللہ علیہ میرے خاندان اور میرے اب و جد سے واقف نہ تھے۔ ہمارے علاقہ

marfat.com

میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عقید تمند ہر گاؤں' ہر بستی میں کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں۔ گاہے بگاہے عرصہ قدیم سے آپ رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ کی اشاعت کے لئے اس طرف بھی تشریف لایا کرتے تھے۔ لیکن مجھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی ربط نہ تھا اور نہ ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علوم اور طریقت سے متاثر ہوا تھا۔ میرے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق اور ربط کی ابتدا اس دور زریں کے اختتام سے ہوئی جس کی یاد ہمیشہ تڑپاتی رہے گی اور وہ سماں دیکھنے کو آنکھیں ترستی رہیں گی۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ حضرت قبلہ عالم سید نورالحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسند آرائے حضرت کیلیانوالہ شریف کی ذات پر انوار ایک جہان کو اپنے نور باطن سے منور کرکے اس سرائے فانی سے منہ موڑ اپنے مولاء حقیقی سے جاملی تھی تو اس وحشت میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق پیدا ہونے کے خود بخود سامان اور اسباب بنتے چلے گئے۔ (ان حالات کا ذکر پھر کسی مجلس پر چھوڑتا ہوں۔) اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس ربط کی ابتدا درحقیقت آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی طرف سے ہوئی۔

"عشق اول در دل معشوق پیدا میشود"[1]

والا مضمون سمجھئے۔ پھر جو یہ تعلق بڑھا اور پھیلا تو پھر پھیلتا ہی چلاگیا۔ یہ ربط اس مقام پر پہنچا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار ایک مکتوب گرامی اس ہیچکار کے نام تحریر فرمایا' جس کی سرخی صرف یہ ایک مصرع تھا۔

"آیا کرو ادھر بھی میری جاں کبھی کبھی"

اس عرصہ میں' میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یوں دیکھا کہ وہ ایک روح دلنواز' ایک پیکر حسن و خوبی' ستاروں کی تنک تابی اور شب ماہ کا ایک کیف جاوداں' ایک موجہ نسیم و صبا' ایک نکہت گل' ایک صبح خرام' ایک گل لالہ' ایک شعلہ خرمن سوز' ایک شرارہ آتش فروز' رونق چمن' چراغ انجمن' یثرب و بطحا کی ایک مقدس آواز' وادی عرفات اور

1۔ عشق پہلے معشوق کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔

marfat.com

جبل احد کا ایک نعرہ فلک پیما' قرآن کا اعلان حق' وضعداری' شرافت اور مروت کا ایک دریا' جرات و جذبہ حق گوئی کا ایک پہاڑ' تہذیب و انسانیت کی ایک دیوار چین' زندگی کی بنیادی سچائیوں کا ایک تاج محل' علوم شریعت و طریقت کا ایک خزانہ' ایک ایسا راہنما جس نے سالہا سال مردوں میں کھڑے ہو کر اذانیں دیں۔ جنہوں نے ہر مخالفت کی بھڑکتی آگ کا جی جان سے مقابلہ کیا۔ جہاں کسی مرد' عورت' بوڑھے' بچہ کی رونے کی آواز کان میں آئی' اپنے جسم و جان کی پرواہ کئے بغیر آگے بڑھے اور دلجوئی کی۔ جس نے چٹائی پر بیٹھ کر مخلوق خدا کی خدمت کی اور اس بے غرض اور بے لاگ خدمت کی بدولت ان کے دلوں پر حکومت کی۔ شعلہ نفسی اور شعلہ نوائی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جلال ایمان کا چراغ روشن کیا اور جس کی فصاحت و بلاغت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سحر بیانی سے مشابہ۔ جس نے اپنے علم و تحقیق سے امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے وہبی علوم کی یاد تازہ کردی۔ جس نے اپنے مجاہدانہ جوش اور جذبہ فداکارانہ سے اپنے شیخ طریقت حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی روح کی تاثیرات کو زندہ کردیا۔

جتنا عرصہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گزرا' آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے تمام پہلوؤں کی جھلک دیکھی۔ ہر پہلو کندن سونا پایا۔ ہمیشہ ایک لعل شب تاب دکھائی دیئے۔ یہ مرد درویش شان و شوکت سے مستغنی' فوج جرار اور فیل و پیادہ سے بے نیاز۔ ان کی زندگی کا حسن خارجی کسی زیبائش اور آرائش کا محتاج نہ تھا۔ یہ اپنی سادگی اور بے نیازی میں دور دور تک متاثر کناں' اس بے سرو سامانی میں تابگراں رواں دواں۔ ایک روشنی تھی جو برابر آگے بڑھتی رہی اور پھیلتی رہی۔ ایک سچائی تھی جس نے دشمنوں سے بھی خراج تحسین وصول کیا۔ ایک صداقت تھی جس کا اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں۔

شعلہ نفس اور گرم رو شیخ طریقت بگڑنے پر آئے تو اسے سنبھالنا مشکل ہوگا۔ لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بگڑنا' خفا ہونا بھی ایسا کہ ہزاروں حلم' بردباری اور نرمی و مسکنت اس پر قربان اور مزاج پر قدرت کا یہ عالم کہ اس بگاڑ میں وہ بناؤ کے راستے ڈھونڈ لیتے' بگڑتے بگڑتے وہ آپ ہی بن جاتے' روٹھتے روٹھتے آپ ہی من جاتے۔ بچوں کی طرح معصوم غصہ اور سادہ دل' نہ کہ لوگوں کی طرح بھڑنے والی ناراضگی۔ ایثار' استقلال کا ایک افسانہ جرات و شجاعت کا ایک دور۔ حرکت و عمل کا ایک نمونہ۔

رحمۃ اللہ علیہ' رضی اللہ عنہ

marfat.com

ذکر محبوب رحمۃ اللہ علیہ

(بحوالہ ماہنامہ سلسبیل لاہور اگست، ستمبر ۱۹۶۴ء)

تقریب عرس شب معراج

آپ[1] رحمۃ اللہ علیہ کے عمر بھر کے مخلص اور قدیم خادم حافظ فضل احمد صاحب مرحوم ساکن رسول نگر ضلع گوجرانوالہ نے آں ذات گرامی کی خدمت میں بارہا درخواست پیش کی کہ حضور اپنے برادران طریقت کے اجتماع کے لئے کوئی تقریب مقرر فرمایئے کہ سب اہل سلسلہ باہم مل کر اپنی نسبت اور محبت تازہ کر سکیں، باہمی ربط اور زیادہ مضبوط ہو جائے۔ آپ نے سن کر فرمایا کہ اس جھنجھٹ سے کیا فائدہ خواہ مخواہ ہجوم طبیعت کی پریشانی کا باعث ہوگا۔ حافظ صاحب کا اصرار حد سے بڑھ گیا آخر ایک روز ارشاد فرمایا اچھا بھائی دربار رسالت ﷺ میں عرض کرتے ہیں اگر وہاں سے منظوری ہوئی تو پھر شروع کردیں گے، ورنہ نہیں۔ چند روز کے بعد حضور نے فرمایا لو بھائی حضور رسالت مآب ﷺ نے منظور کرلی اور ساتھ ہی اس تقریب کا دن بھی آپ ہی مقرر فرما دیا اور وہ تقریب ہے شب معراج۔ چنانچہ اسی سال اہل محبت کو مطلع کردیا گیا اور صحن مسجد میں نہایت سادگی اور خوبصورتی سے روشنی کا انتظام یہ کیا گیا کہ پیالوں میں بنولے اور سرسوں کا تیل ڈال کر ان کو روشن کردیا گیا اور مسجد کے ہر چہار سمت رکھوا دیئے گئے۔ یہ تقریب یوں شروع ہوئی اور آج تک منائی جاتی ہے۔ پھر تو حضور کے خدام و طالبین کا ہجوم ہونے لگا۔ اہل ذوق دور دور سے آنے لگے۔ مسجد کا احاطہ شمعدانوں سے سجایا جاتا۔ روشنی سے یہ خطہ بقعہ نور بن جاتا۔ منبر شریف رکھا جاتا، آپ سبز دستار باندھ کر منبر پر جلوہ افروز ہوتے۔ درود شریف کلمہ طیبہ کے ورد اور آپ کے یوں تشریف فرما ہونے سے اہل نسبت کی نسبت جوش میں آتی۔ اس وقت آپ واقعہ معراج نہایت محبوبانہ انداز میں شروع فرماتے جوں جوں رات گزرتی، ذکر معراج شریف شباب پر آتا جاتا۔ اس وقت معلوم ہوتا کہ آج سب حجاب اٹھائے جارہے ہیں، سراجاً منیرا کے

۱۔ حضرت خواجہ محبوب عالم سیدوی رحمۃ اللہ علیہ

marfat.com

جلوے جہاں کو منور کررہے ہیں۔ ذوق و شوق کا دریا ٹھاٹھیں مارتا' سامعین پر محویت اور استغراق کی کیفیت طاری ہوتی اور یوں ہی عشق و محبت کے اس قصے میں صبح ہو جاتی' طالبین کے دل میں یہ حسرت رہتی کہ یہ شب کیوں ختم ہوئی۔ اس تقریب سے حضور کو ایک خاص انس اور لگاؤ پیدا ہوچکا تھا' بلکہ یہ لگاؤ والہیت کے درجہ تک پہنچ چکا تھا اور ارشاد فرماتے کہ اس رات میں خدا اور اس کے محبوب کے وصل کی خصوصی کیفیات کا ورود ہوتا ہے۔ خدام کو خصوصی طور پر اس تقریب کی شمولیت کی بایں الفاظ تاکید فرماتے کہ "میرے ملنے والوں میں سے جو اس تقریب میں شامل ہو اس کی ایک رات کی حاضری تمام سال کی حاضری تصور ہوگی اور جو اس رات کی حاضری سے محروم رہا خواہ وہ تمام سال حاضر رہا ہو اس کی حاضری تصور نہ ہوگی۔"

بے حجاب معاملہ

حضور انور کے عاشق خلیفہ عالی قدر میاں حسن علی صاحب قریشی قدس سرہ' عرس شریف کی مجلس میں شامل تھے۔ حضور آن بان سے منبر پر تشریف فرما تھے' ذکر محبوب خدا ﷺ شروع تھا' عشق و محبت کی گھٹاؤں سے مستی کی برسات سی برس رہی تھی' حاضرین پر سکوت و استغراق کی کیفیت طاری تھی' ہر شخص اپنے حال میں مست تھا' کسی کو کسی کی خبر نہ تھی' سارا اجتماع ہی اہل دل' تربیت یافتہ' مہذب' باادب' پاکیزہ' ستھری اور نور نسبت سے دھلی ہوئی صورت و سیرت والوں کا تھا کہ ان کو دیکھ کر خدا یاد آجائے اور حقیقت یہ ہے کہ ان صورتوں کو آج آنکھیں ترستی ہیں اور چراغ لے کر ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتیں۔ محفل میں ہو کا عالم تھا' گردنیں جھکائے ہوئے سینوں پر متوجہ تھے کہ اچانک خلیفہ صاحب ممدوح نے زور سے چلا کر کہا کہ "وہ" ابھی وہ کہنے نہ پائے تھے کہ آپ نے ہوں ہوں فرماکر منع فرما دیا اور خاموش کردیا۔ صبح آپ نے پوچھا "بابا! رات کیا دیکھ کر "وہ" کا اشارہ کیا تھا؟" عرض کیا "حضور میں نے یہ دیکھا کہ جناب سیدالمرسلین ﷺ آپ کے پہلو میں ایک بے مثال زریں تخت پر جلوہ افروز ہیں اور آپ کی گردن میں اپنا بازو حمائل کئے فرما رہے ہیں آپ جو بیان فرما رہے

marfat.com

ہیں وہ بالکل صحیح اور درست ہے تو اس وقت بے ساختہ میری زبان سے نکلا "وہ" ---------- آپ نے فرمایا "بابا! تیس سال سے جناب سیدالمرسلین ﷺ کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہے۔ میں نے تو کبھی ظاہر نہیں کیا۔ بابا! سالک کو ایسا بے حوصلہ نہیں ہونا چاہئے۔ ایسی باتوں کے اظہار سے فتنوں کا اندیشہ ہے۔" الحمدللہ آج بھی یہ تقریب اسی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے اور وہ کیفیات ان ہی مجالس سے خاص ہیں۔ جو لوگ حاضر ہوتے ہیں وہ بتاسکتے ہیں کہ وہ سماں جو اس وقت ہوتا ہے تمام سال دل میں چٹکیاں لیتا رہتا ہے۔

مرض و وفات

جہاں ان کی زندگی میں ہمارے لئے درس جہان موجود ہوتے ہیں وہاں ان کی موت بھی ہمارے لئے سبق آموز ہے اس لئے کہ آپ کی وفات حسرت آیات کا ذکر بھی ضروری ہے تاکہ پتہ چل سکے کہ جن کا تعلق اپنے مولا سے قائم ہوچکا ہے ان کا تعلق موت کی تلخیاں بھی نہیں توڑسکتی اور کوئی حجاب مانع نہیں ہوسکتا بلکہ ان کا شوق اس وقت اور بڑھ جاتا ہے۔

ایک وہ وقت تھا کہ آفتاب کمالات ولایت کے طلوع کا سماں دکھلایا گیا تھا اور ایک وہ وقت ہے کہ ماہتاب ولایت کے غروب کا تذکرہ بہ عنوان وفات کیا جاتا ہے' زمانہ کا انقلاب اور فلک کی گردش محتاج نہیں۔

ہر آں کہ ز دنیا چار بالاش نوشید[1]
زجام دہر مئے کل من علیہا فان

دنیا میں جو کوئی آیا فنا ہونے کے لئے آیا اور جو کوئی پیدا ہوا وہ ایک دن مٹ جانے کے لئے ہے مگر جو مرنے سے پہلے اپنے مولیٰ وحدہ' لاشریک اور اپنے آقا جناب سیدالمرسلین ﷺ کی طاعت میں مرمٹا ہو اس کی موت موت نہیں ہوتی بلکہ زندگی ہے

ا۔ زمانے کے جام سے جس نے بھی مے چکھی ہے آخر کار اس کو فنا ہونا ہے۔

marfat.com

اور ایسے حضرات کی موت کو وصال سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس دن کو یوم العروس کہا جاتا ہے۔

زندگانی نتواں گفت حیاتے کہ مراست
زندہ آنست کہ باد وست وصالے دارد

اہل اللہ کی وفات جس کا نام وصال ہے اس لئے حسرت ناک نہیں ہے کہ ان سے دنیا کی لذات چھوٹ چکی ہیں اور چھوٹی ہوئی چیز کا چھوٹنا کیا ؟ مگر اس وجہ سے اندوہناک بھی ضرور ہے کہ ان کے عالمتاب چہروں کے نظروں سے غائب ہوجانے سے ہزارہا مخلوق کی آرزوئیں ملیامیٹ ہوتی ہیں اور لکھوکھا تمنائیں بے کفن خاک میں دب جاتی ہیں۔ جس محبوب کا رخ زیبا سالہاسال تماشا گاہ عالم بنا رہا ہو اس کا دفعتہ" نظروں سے غائب ہوجانا جیسا حسرت ناک منظر ہے اس کا حال محبت والوں سے پوچھنا چاہئے۔ یوں تو ہمیشہ پیدا ہونے والے پیدا اور مرنے والے مرتے چلے جارہے ہیں' مگر ایک کی پیدائش شامل ہزارہا پیدائشوں کو ہوتی ہے اور موت مشتمل ہے کسی بہت بڑے گروہ کے مرجانے پر۔ پس حضور سیدوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا کیا پوچھنا کہ آپ کے دم واپسیں پر ایک جم غفیر کی کتنی تمنائیں مردہ ہوگئیں اور آپ کی نعش پاک کے ساتھ کتنی مخلوق کے کیا کیا حالات ذہن میں دفنا گئے۔

اکیلا کون کہتا ہے لحد میں نعش حاتم کو
ہزاروں حسرتیں مدفون ہیں دریا کے پہلو میں

marfat.com

جب ایسے ناز پروردہ لاڈلے' روحانی اور نسبی بچوں کے سروں سے ایسے شفیق اور مہربان باپ کا سایہ اٹھ جائے جنہوں نے پرورش کے سایہ میں دنیا کی اونچ نیچ جانی ہی نہ تھی کہ کیا ہے تو انہیں جس قدر صدمہ ہو وہ بیان کرنے سے باہر ہے کیونکہ یہ دکھ ان کے سوا دوسرا جان ہی نہیں سکتا۔

نہ[1] یارے آں چناں محرم کہ زوے یاری آئد
نہ دل دارے چناں مشفق کہ از حال حسن پرسد

کشتی[2] شکستگانیم اے باد شرط برخیز
باشد کہ باز بینم آں یار آشنارا

۱۳۳۵ ہجری حضور انور رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا سال ہے۔ اس سے قبل کئی سال یہ فقرہ فرمایا کرتے کہ وقت قریب آگیا ہے لیکن سننے والے کچھ اور ہی سمجھتے۔ متوسلین یہ نہ سمجھ سکتے کہ آپ اپنا ظاہری علاقہ جلد توڑنے والے ہیں۔ اگر کوئی سمجھتا اور بے قراری کا اظہار کرتا تو ایسے انداز میں تسلی فرما دیتے کہ اس کے دل سے یہ خیال محو ہو جاتا اور اکثر یہ بھی فرماتے کہ اب یہاں دل نہیں لگتا۔ گھر میں اکثر ہوتا کہ جب آپ کھانا کھانے بیٹھتے' کھانا خواہ کیسا ہی عمدہ ہوتا' فرماتے جب سے ایک خواب دیکھا ہے کھانے میں لذت نہیں رہی اور ایک دو لقمے تناول فرما کر چھوڑ دیتے۔ کبھی ایسا بھی ارشاد فرماتے کہ اللہ اللہ کرنے کا اب ہی مزہ آیا تھا کیا اچھا ہوتا کہ ابھی کچھ اور مہلت مل جاتی مگر "اچھا" کہہ کر بات ختم کردیتے۔ نامعلوم وہ خواب کیا تھی۔ البتہ ایک خواب بڑے مائی صاحبہ نے راقم سے بیان کیا تھا وہ یہ ہے۔

۱۔ نہ یار ہی اتنا محرم تھا کہ اس سے دوستی کی بو آتی اور نہ دلدار ہی اتنا مشفق تھا کہ حسن کا حال ہی پوچھ لے۔
۲۔ ہم کشتی توڑنے والے ہیں اے باد اٹھ ہو سکتا ہے ہم یار آشنا کو دوبارہ دیکھ سکیں۔

marfat.com

فرماتی ہیں کہ ایک بار میں آپ کو کھیاں مارہی تھی تو حسب معمول کھیاں مارتے بے ہوشی طاری ہوگئی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سفید گھوڑے پر ایک نہایت باہیبت اور خوبصورت نوجوان سوار آپ کی خدمت میں آیا اور ایک کاغذ آپ کی خدمت میں پیش کیا جس پر آپ نے دستخط کیے۔ اسی ہیبت سے میری آنکھ کھل گئی تو میں نے یہ واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا وہ ایک فرشتہ تھا جو ہماری وفات کی خبر لے کر آیا تھا اور ساتھ ہی ایسی تسلی فرمادی کہ کوئی تردد نہ رہا۔ بہر حال آپ کو اپنے وصال کا علم ہوچکا تھا۔ تقریباً" ڈیڑھ سال سے کچھ کچھ طبیعت علیل رہنے لگی تھی اسہال کبدی شروع ہوچکے تھے۔ اس بیماری میں سرہند شریف اور انبالہ شریف کے عرس پر بھی تشریف لے گئے دن بدن ضعف بدنی غالب آرہا تھا اور ایک دن وہ کہ صاحب فراش ہوگئے۔ باوجود انتہائی ضعف کے آپ کے معمولات میں مطلقاً کوئی فرق نہ آیا تھا' علاج تو متواتر شروع ہی تھا۔ مگر آخری ایام میرے استاد جناب حافظ حکیم احمد اسلام شاہ آبادی جو ایک ماہر اور حاذق حکیم تھے وہ بھی آگئے اور دیگر حکما بھی موجود تھے اور علاج شروع ہوگیا۔ غرضیکہ تدبیر و معاملہ اور خدمت تیمارداری میں حتی الامکان کوئی فروگذاشت نہیں برتی مگر تقدیری حکم کو کون ٹال سکتا ہے۔ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ چنانچہ کوئی تدبیر کارگر اور کوئی دوا نافع اور سودمند ثابت نہ ہورہی تھی۔ مرض جسمانی اور کرب ظاہر دن بدن ترقی کررہا تھا۔ مخلصین کو جوں جوں رویاء[1] صادقہ یا کسی اور ذریعہ سے اطلاع ملتی تو وہ گھر سے بے چین ہو کر بھاگ اٹھتے اور گرتے پڑتے آخری زیارت کے لئے سیدا شریف پہنچ رہے تھے۔ آخری ایام کے تیماردار صرف دو ہی تھے معالج حکیم احمد اسلام صاحب مرحوم شاہ آبادی اور خدمت کے لئے میرے ماموں جناب سید محمود اختر شاہ صاحب' ان کے علاوہ اور کسی کو خدمت کی اجازت نہ ملتی تھی۔ اسہال اس تیزی سے آرہے تھے کہ ایک کپڑا نکالنے کی دیر ہوتی تھی اور دوسرا جو کپڑا رکھا تھا اس کو پھر نکالنے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ یہ آخری خدمت خوش نصیب جناب سید محمود اختر صاحب مدظلہ' کے حصہ میں آئی تھی' ان سے آپ کو بے پناہ محبت تھی اور سید صاحب کو بھی آپ سے خاص لگاؤ تھا۔ آپ کا یہ حال دیکھ

ا۔ سچی خوابیں۔

marfat.com

کر سید صاحب کے سامنے جدائی کے زمانہ کا صدمہ اور سلسلہ محبوبیہ اور اہل خانہ کی بیکسی اور بے بسی کا منظر اور چمن محبوبی کی موسم خزاں کا سماں سامنے آگیا اور آنکھوں سے دریائے اشک پھوٹ پڑا۔ آپ کی چارپائی کی باہی پر سر رکھ اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ حضور انور نے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا "محمود شاہ کیا ہوا؟" آپ نے اپنا دست شفقت سر پر رکھا اور شاہ صاحب کے سر کو اپنے سینے سے لگایا فرمایا "حوصلہ رکھو گھبراؤ مت خدا حافظ ہے۔" بس یہ کرامت بھرے الفاظ تھے کہ میری ایسی تسلی ہوئی کہ آنسوؤں کی ندی تھم گئی اور دل ایسا مضبوط ہوگیا کہ سب کچھ سامنے ہوا مگر گھبراہٹ نام کو نہ تھی۔ چند دن پہلے آپ نے اپنے بھائی جناب نور عالم کو چند وصیتیں فرمائیں' اور فرمایا "لو یہ ہماری تسبیح اور مصلیٰ۔ ہماری نقل بنا کر بیٹھ جانا اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا۔"

الباقیات الصالحات

حضور[1] انور سیدوی رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے تشریف لئے گئے مگر باقیات الصالحات کا ایک بہتا دریا مخلوق کے لئے چھوڑ گئے جو تشنگان رشد و ہدایت کے سیراب کرنے کے لئے کافی ہے۔ جس مقدس مشغلہ میں آپ نے پچاس سال گزارے اس کے فیضان کو ختم ہونے کے لئے زمانہ چاہئے۔ آپ کے لگائے ہوئے درخت بحمداللہ ایسے بار آور ہیں جن کے فیوضات و عطایات سے عرصہ دراز تک عالم مستفیض ہوتا رہے گا۔ کوئی شخص اپنے بعد ایک ولد صالح چھوڑ جائے تو اپنی مغفرت کا وسیلہ سمجھ کر فخر کیا کرتا ہے اور اعلیٰ حضرت سیدوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو کئی ہزار نیکوکار ایسے بچے چھوڑے ہیں جو خود ہی آپ کو دعا نہیں دیتے' بلکہ نسلاً" بعد نسلاً" آپ کی ترقی مراتب کی دعائیں کرنے والے افراد تیار کرتے رہتے ہیں۔ آپ کی نسبت کے فیض سے جو نفع دنیا کو پہنچا ہے چونکہ وہ فائدہ صرف بنی آدم تک ہی محدود نہیں رہا' بلکہ جن' نباتات و جمادات بھی اس سے فائدہ اٹھا چکے ہیں اس لئے اس عالم کی تمام مخلوق حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ثواب آخرت کا سبب

۱۔ حضرت خواجہ محبوب عالم سیدوی رحمۃ اللہ علیہ

marfat.com

بنی ہوئی ہے اور جب تک آپ کے لگائے ہوئے اشجار طیبہ کا افادہ و استفادہ قائم رہے گا' بلا قصدو ارادہ جہان کے کناروں سے آپ کی روح کو تحائف پہنچتے رہیں گے۔ آپ کی سب سے بڑی یادگاریں دو ہیں:۔ (۱) آپ کے خلفا (۲) آپ کی تصانیف ---- خلفا کے علاوہ ہزاروں کی جماعت آپ کے ان متوسلین کی بھی باقیات الصالحات میں شمار ہے جن میں سینکڑوں ذاکر و شاغل اپنے سچے خدا کی طلب میں بدستور لگے ہوئے ہیں۔ کچھ تو ایسے آپ کے متوسلین میں سے ہیں جو آپ کی ایک نگاہ مست سے مست ہو کر دنیا ومافیہا سے بے خبر ہو کر پہاڑ کی کسی غار یا جنگل میں یادخدا میں مشغول ہوگئے اور جو متوسلین ذکر و فکر سے غافل ہیں وہ بھی قلب میں رضائے محبوب کی محبت ضرور لئے ہوئے ہیں۔ خدا کی محبت میں اَلْحُبُّ لِلّٰہ' اَلْبُغْضُ لِلّٰہ اور بدعات سے تنفر' جو سنت کی محبت کا نتیجہ ہیں' آپ کے متوسلین کی وہ علامت اور شناخت ہے جس کو اس جماعت کا خاصہ کہنا چاہئے۔ سادگی' بے تکلفی' مخلصانہ میل جول اور باہم نصیحت و خیر خواہی کا مضمون اس جماعت میں پایا جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان میں باہمی رنجش اور غم و غصہ کا اظہار نہیں ہوا۔ شکر رنجی کا وجود تو اکابر میں بھی پایا جاتا ہے تو یہ جماعت اس سے کیونکر بچ سکتی ہے۔ چھوٹوں میں کیا اور بڑوں میں کیا غلط فہمیوں کی بنا پر اختلاف ہوئے اور رنج وکشیدگی کے درجہ پر بھی پہنچ گئے مگر پھر بھی ایک دوسرے کو بھائی ہی سمجھتے ہیں اور یہ ثمرہ بھی اسی روحانیت کا ہے جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان اجسام میں پھونک دی تھی۔ بڑوں کا اختلاف یقیناً" ترقی مراتب کا سبب ہے اور چھوٹوں میں بھی اگر کوئی اختلاف ہے تو امید ہے انشاء اللہ یہیں رفع ہو جائے گا ورنہ حشر کے دن ایک شیخ کا دامن تھامتے وقت غلبہ اخوت کے سامنے دب کر ضرور محو ہو جائے گا۔ لہٰذا ان خصائل کو دیکھتے ہوئے ان کو بھی باقیات الصالحات میں شمار کرنا بے جا نہیں۔

تربیت

حضور انور کے لگائے ہوئے نونہالان چمن ٹھنڈی ہواؤں کے کچھ ایسے دلدادہ ہوچکے تھے کہ یتیم ہونے کے بعد بھی احتیاج تربیت سے غافل نہیں رہے انہوں نے سمجھا کہ آزاد ہونے سے پابند رہنا زیادہ نافع اور شتر بے مہار بننے سے محکوم ہونا زیادہ

ا۔ کسی سے نفرت یا محبت صرف اللہ تعالیٰ کے واسطے

marfat.com

راحت کا سبب ہے۔ اس لئے حضور رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جن کی تعلیم و تربیت تشنہ تکمیل تھی حضور رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا کی خدمت میں آکر تعلیم و تربیت کی تکمیل کرتے رہے' پھلے اور پھولے۔ درختوں اور ہرے بھرے مہکنے والے پھولوں کے پودوں کا مالی جب دنیا سے اٹھ جاتا ہے اور بہار پر آئے ہوئے باغ کا باغباں جس وقت کلی انقطاع کے سبب اپنے محبوب کے جمال میں مستغرق ہوجاتا ہے تو غنچوں' کلیوں' پھولوں اور خام پھلوں کی نگرانی کے لئے اور باپ کے لگائے پودوں اور سینچے ہوئے درختوں کو آندھی کے جھونکوں اور راہزنوں کی دست برد سے بچانے کے لئے باپ کے بعد بڑے بھائیوں کا ہی حق ہوتا ہے کہ وہ اسی شفقت اور اسی تعلیم و تربیت کے طریقوں سے ان کو پروان چڑھائے اور یہ خام پھل پختہ ہو کر بار آور ہوں اور یتامیٰ[1] کی طرح دربدر بھیک مانگتے پھرنے سے بڑے بھائی کو باپ کا قائم مقام سمجھ کر زیر تربیت رہنا کتنا ہی اچھا طریقہ ہے۔ سو زہے نصیب اس اولاد کے جو مالک کے اٹھ جانے کے بعد اپنے بڑے بھائیوں کی بدولت پروان چڑھے اور زہے قسمت اس باپ کے جس کے بالغ لڑکوں نے نابالغ بھائی بہنوں کا سارا بوجھ اپنے سر اٹھالیا اور ان نادان' کج فہم' نازک مزاج لاڈلوں کو طالب بن کر چھاتی سے لگالیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آوارہ پھریں اور انگلیاں اٹھیں کہ فلاں بادشاہ کے شاہزادے خانماں برباد غیروں کی دکانوں پر ہاتھ پھیلائے پھر رہے ہیں۔ سو الحمدللہ یہاں ایسا ہی ہوا کہ بڑے بھائیوں نے چھوٹے بھائیوں کو اپنے پروں میں چھپا لیا۔ یہ بھی حضرت کی روحانیت کے طفیل ہوا۔

تصانیف

اپنے رنگ میں انوکھی اور اچھوتی یہ وہ تصانیف ہیں کہ اپنی انتہائی سادگی کے باوجود بے پناہ تاثر اور جاذبیت میں یکتا ہیں اور نتیجتہ" سراسر چشمہ ہدایت۔ ان کا حسن و خوبی فن ادب کا معیار نہیں اور نہ ہی اس پر ان کو پرکھا جائے بلکہ ان کا حسن و جمال

۱۔ یتیم کی جمع۔

marfat.com

مرہون منت ہے اس کمال حال کا جس نے ان ہر دو حضرات' ذاکر و مذکور' کو حسن و جمال اور کمال خوبی کا پیکر بنا دیا تھا۔ جیسے حسن کا روپ سادگی میں نکھرتا ہے ایسے ہی روحانیت کا وہ معنوی حسن اس سادہ عبارت میں پھوٹ رہا ہے اور وہی حسن معنوی ہے جو اس کے پڑھنے سے قلوب کو گرفت کرلیتا ہے۔ درویشی و فقر کے چہرے سے حجاب اٹھ کر شاہد مقصود کا چہرہ اصلی خدوخال میں سامنے آجاتا ہے۔ ذہنی اور قلبی گرہیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔ تھکا اور الجھا ذہن راحت محسوس کرنے لگتا ہے۔ اس سادگی اور جاذبیت کی بنا پر ہر طبع کا آدمی یکساں حظ حاصل کرسکتا ہے۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں کی کج رو طبائع سلامتی پر چل نکلیں اور حضور قبلہ عالم سیدوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات کی تصدیق ہوجاتی ہے کہ میری کتابیں پڑھنے سے تکمیل ہو جائے گی۔

اس عرصے میں ہزاروں کی تعداد میں یہ کتابیں ہر قسم کے لوگوں کے ہاتھوں میں آچکی ہیں اور برابر مانگ جاری ہے اور بڑھ رہی ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ اس اشاعت میں کسی اشتہار اور پراپیگنڈے کو دخل نہیں ہے۔

۱۔ذکر خیر المعروف صحیفہ محبوب

یہ غوث صمدانی حبیب الرحمٰن اسم بامسمی خواجہ توکل شاہ صاحب قدس سرہ' انبالوی کی سوانح میں قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔[1] پانچ بار طبع ہو کر ختم ہوچکی ہے۔ حضور انبالوی کی دیگر سیرت کی کتابوں میں جو مقام اس کو حاصل ہے وہ کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہوا۔ اس کا پڑھنے والا کبھی گمراہ نہ ہوا۔ کتاب بذات خود مرشد کا کام دیتی ہے۔

۲۔خیر الخیر

مقامات سلوک مجددیہ پر سادہ اور نہایت آسان کتاب ہے۔ اگر یہ دعویٰ کروں کہ اس سے بہتر اس موضوع پر آج تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی تو غلط نہ ہوگا۔

۱۔۱۹۹۷ء میں دسواں ایڈیشن شائع ہوا۔

marfat.com

تنویر الابصار بجنود الابرار

ذکر و ذاکرین کی فضیلت پر نہایت پر تاثیر کتاب جس سے ذکر کا شوق ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے کیونکہ طریقت کی بنیاد ہی ذکر پر ہے۔ طریقت تمام کی تمام ذکر کا نتیجہ سمجھئے۔ لہٰذا اس کا مطالعہ مہمیز کا کام دیتا ہے۔ آخر میں مسئلہ توحید وجود پر نہایت آسان اور سادہ طرز میں تبصرہ ہے یہ اپنی نوعیت کی آپ ہی کتاب ہے۔

اسراء جمیل الیٰ رب الجلیل المعروف شب حسیں برعرش بریں

قبلہ عالم سیدوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس واقعہ معراج اور پھر اس شب سے محبت والہانہ درجہ پر تھی۔ اس والہیت کا نتیجہ یہ کتاب ہے۔ اس موضوع پر اتنی جامع، سلیس، مفصل اور وسیع معلومات کی متحمل کتاب شائع نہیں ہو سکی۔ یہ کتاب اسم با مسمی اپنی خوبی اور حسن کے لحاظ سے لاجواب ہے۔ یہ لذیذ مگر ناتمام حکایت اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

در[1] مجلس وصالش خم ہا کشیدہ مرداں
چوں دور خسرو آمد مے در سبو نہ ماندہ

ا۔ لوگوں نے اس کی مجلس میں شراب کے کئی پیالے چڑھا لئے لیکن خسرو کی باری آئی تو پیالے میں شراب نہیں تھی۔

marfat.com

طریقت دوسری اور تیسری صدی کے اکابر صوفیا کی نظر میں

(بحوالہ ماہنامہ سلسبیل لاہور جون ۱۹۷۲ء)

حضرت عبداللہ بن عباس کا ارشاد گرامی ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ان کی عقلیں اٹھالی جائیں گی یہاں تک کہ ہزاروں میں ایک آدمی بھی عقلمند نظر نہ آئے گا۔ غور و فکر کے ایکس ریز سے اگر دیکھا جائے تو آپ کا یہ حکیمانہ ارشاد آج حرف بحرف صادق آرہا ہے۔ اس دور کے حالات و معاملات آپکے اس ارشاد کی پوری پوری تصدیق کررہے ہیں۔ اسباب و علل سے اگر اس کا تجزیہ کیا جائے تو اس عقل کے اٹھ جانے کے اسباب تو بہت ہیں لیکن ان میں سے ایک عمومی سبب مادیت کا غلبہ ہے جس نے عقل کے صاف شفاف آئینے کو اتنا مکدر کردیا ہے کہ اس پر سیاہ پتھر کا شبہ ہونے لگا ہے۔ غلبہ مادیت سے وہ عقل اگر معدوم نہیں تو مغلوب ضرور ہوگئی ہے۔ اس عقل کے اٹھائے جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر چیز کا معیار تبدیل ہوگیا۔ نوبت[1] بایں جارسید کہ ہر چمکنے والی چیز کو سونا سمجھا جانے لگا' ہر چڑھتے سورج کی پرستش کی جانے لگی' ہر بھیڑ پر دانشمندوں کا گمان کیا جارہا ہے۔ خدا کا نام پہلے بھی لیا جاتا تھا اب بھی لیا جاتا ہے لیکن پہلے صرف خدا کے واسطے' اب محض مکرو ریا کے واسطے۔ پہلے لوگوں کو محبت درکار تھی اب صرف دولت۔ آج سے پہلے جو عیب تھا وہ ہنر ہے۔ بیگانگی کو یگانگی پر تفوق ہے۔ پہلے حکام و امرا صحبت علما و فقرا کی طرف میلان طبع رکھتے تھے' اس زمانہ میں علما و فقرا حکام کی صحبت کے متلاشی ہیں۔ غرضکہ ہر معاملہ غلط روپ میں سامنے آرہا ہے۔ مادی ترقی جوں جوں بام عروج پر پہنچ رہی ہیں روحانیت سے بیزاری بڑھ رہی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نبی کریم ﷺ کی سادگی حقیر معلوم ہونے لگی اور اس دور کی ترقیات بلند مرتبہ نظر آنے لگیں یہاں تک کہ فقر و فقیر کا معیار بھی بدل گیا۔ کسی دور میں طریقت کی بنیاد عشق الٰہی پر

۱۔ اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے۔

marfat.com

تھی، ہمہ وقت عشق و محبت کی چنگاری سلگتی رہتی تھی اور اس محبت کے تند و تیز نشہ میں تمام مصائب خصوصاً فاقہ جیسی مصیبت کو بھی نعمت الٰہی شمار کرتے اور زبان سے یوں کہتے

ما[1] اگر قلاش و گر دیوانہ ایم
مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم

لیکن آج فقر و فقیر کو دولت اور ہجوم خلق سے ناپا جاتا ہے۔ اور کتنا بڑا حادثہ ہے کہ خود گروہ فقرا بھی اسی فکر میں مبتلا رہنے لگا۔ تمام اوراد و وظائف کا مقصد یہی ایک نظریہ رہ گیا۔ الفقر فخری[2] کہنے والے پیغمبر ﷺ کو اس فاقہ کش اور بظاہر بیکار گروہ یعنی اصحاب صفہ سے کتنا پیار تھا۔ عطیات تقسیم کرتے وقت اپنی پیاری بیٹی سے کہہ دیا کہ "جان پدر! تمہیں کیسے دوں ابھی تو اصحاب صفہ بھوکے ہیں۔" بات دراصل یہ ہے کہ ایک سچے انسان اور ہوس کے بندے کے نظریات میں بنیادی طور پر فرق ہوتا ہے خواہ صورت ایک سی ہوتی ہے۔ سچا انسان ہر حال میں اپنے رب سے تعلق قائم رکھتا ہے جو اس نے اپنے رب کو سمیع و بصیر، قادر و قیوم جان کر قائم کیا ہوا ہے اور ہوس پرست انسان کو ذاتی اغراض اس قدر مطلب پرست بنا دیتی ہیں کہ وہ زبان سے خداتعالیٰ کو علیم و حکیم ہونے کا اقرار کرنے کے بعد بھی اپنی ذاتی اغراض کو ترجیح دینے لگتا ہے اور اپنے منافع کی پرستش اس کا مقصود ہو جاتا ہے۔ ہوس پرست بندہ ہو کر خالق کو اپنی مرضی کے تابع بنانا چاہتا ہے، اپنی رضا کو اس کی رضا پر فوقیت دیتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ محبت اور اعتماد کی فضا خود غرضی کے ساتھ قائم رہ نہیں سکتی۔ وہ بے نیاز ذات ایسے ہوس پرست کو شایان کرم نہیں سمجھتی۔ انہیں تو ایسے سوختہ جانوں کا تعلق عزیز ہوتا ہے جو صرف اس کی رضا کے لئے مرتے جیتے ہیں۔

۱۔ ہم اگر قلاش اور دیوانے ہیں تو کوئی بات نہیں شکر ہے کہ وہ ساقی ہے اور ہم پیمانے ہیں۔
۲۔ یہ ایک حدیث مبارک کے الفاظ ہیں جس کا مطلب ہے مجھے اپنے فقر پر فخر ہے۔

marfat.com

ذہنی بھول

اسی مادیت کے غلبہ نے عموماً دین کے ہر شعبہ میں خصوصاً سلوک و طریقت میں سلف صالحین کے طرز عمل اور طرز فکر کو بھلا دیا ہے۔ اور یہ بھول اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اگر خوش نصیبی سے کوئی خدا کا بندہ اس پر عمل بھی کرتا ہے تو ایک نئی چیز سمجھی جاتی ہے اور ناواقف لوگ اعتراض و انکار کے در پے ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے بزرگان سلف کے طرز عمل اور طرز فکر اور ان کے نظریات پیش کرنے کی جرات کررہا ہوں تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ اسلام کے پیش نظر طریقت و تصوف کا کیا معیار تھا اور معاملات میں کیا طرز عمل تھا جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ سلف کے نظریات اور طرز عمل اور ہمارے دور کی طریقت میں کتنا خلا پیدا ہوچکا ہے۔

کہاں سے میں کہاں لایا گیا ہوں

بہ[1] بیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

نیز عارفین حق کے تجربات جو ان کی زندگی کا نچوڑ ہوتے ہیں عوام کے سامنے اس لئے بھی پیش کرنے ہیں تاکہ ان کی روشنی میں بھولا بھٹکا انسان اپنی منزل کا سراغ لگاسکے اور ان سے وہ فوائد حاصل ہوسکیں جو روحانی ارتقا کا سبب بنتے ہیں۔ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ سلف کے حالات و مقالات' ملفوظات و معمولات بلاشبہ علم و عمل کی روح' دنیا و آخرت کے لئے راہبر' خلوتکدہ کے مونس' غم زدہ کے انیس' ہر دینی و دنیوی مشکل کے حل' نور ایمان کو بڑھانے والے' قلب میں قوت پیدا کرنے والے ہیں۔

حرف[2] از زبان دوست شنیدن چہ خوش بود
یا از زبان آں کہ شنید از زبان دوست

۱۔ فرق واضح ہے کہ راستہ کہاں سے کہاں پہنچ چکا ہے۔
۲۔ محبوب کی زباں سے سنا ہوا حرف کتنا اچھا ہے یا اس زباں سے' جس نے محبوب سے سن رکھا تھا۔

marfat.com

جو اقوال پیش کئے جائیں گے اگرچہ وہ الفاظ میں کم ہیں لیکن معانی میں بہت زیادہ ہیں۔ صرف غور و فکر کی ضرورت ہے۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

جس کے مطالعہ سے تصوف کی حقیقت اور صوفیائے متقدمین کا تصوف اور جاہلانہ تصوف کا فرق بھی معلوم ہو جائے گا اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ طریقت کوئی نئی اور اسلام سے جداگانہ چیز نہیں ہے بلکہ اسلام اور طریقت کی بنیاد صرف ایک چیز پر ہے جس کا نام ہے خدا شناسی اور دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں کہ میں نے احمد بن محمد سے سنا ہے اور انہوں نے سید بن عثمان سے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ذی النون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو (جو تیسری صدی ہجری کے مشہور بزرگوں میں سے ہیں) یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ طریقت کا دار و مدار چار چیزوں پر ہے۔

طریقت کے اصول

۱۔ اللہ تعالیٰ سے محبت ۔۲۔ دنیا سے بغض ۔۳۔ قرآن یعنی وحی الٰہی کا اتباع۔ ۴۔ حالت بدل جانے کا خوف۔

شیخ کی ضرورت

حضرت عبدالوہاب ثقفی رحمۃ اللہ علیہ جن کی وفات تین سو اٹھائیس ۳۲۸ ھ میں ہوئی فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اگرچہ تمام علوم کو جمع کرے اور مختلف طبقات کے لوگوں کی صحبت میں رہے مگر اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کے درجہ کو اس کے بغیر نہیں پہنچ سکتا کہ کسی شیخ کامل یا مصلح مشفق کی تربیت میں رہ کر مجاہدہ کرے۔ اور جو شخص کسی ایسے استاد کی خدمت میں رہ کر ادب و تعلیم حاصل نہ کرے جو اس کے اعمال کے عیوب اور نفس کی رعونت اس کو محسوس نہ کرا سکے تو اس کی اقتدا جائز نہیں۔

marfat.com

مرید کا حال

حضرت ابوالحسن ابن الصائغ جن کی وفات ۳۳۰ ھ ہے ان سے کسی نے دریافت کیا کہ "مرید کی کیا حالت ہونی چاہئے؟" انہوں نے فرمایا کہ "اس کی وہ حالت ہونی چاہئے جو اللہ تعالیٰ نے جنگ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں کی ارشاد فرمائی ہے۔ ان پر زمین باوجود اپنی وسعت کے تنگ ہوگئی تھی اور ان پر ان کا نفس بھی تنگ ہوگیا تھا۔" (مطلب یہ ہے کہ آخرت کے اندیشہ میں کسی وقت اس کو قرار نہ ہو۔ ہر وقت بے چین رہے۔ نہ بیرونی چین ہو نہ اندرونی۔)

مشائخ سے فیض لینے کا طریقہ

حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ جن کی وفات ۲۹۹ ھ میں ہوئی ہے فرماتے ہیں کہ میں اپنے کسی شیخ کے پاس کبھی بجز اس حالت کے نہیں گیا کہ میں اپنے قلب کو تمام حالات و کیفیات سے خالی کرکے ان کے برکات کا منتظر رہا جو شیخ کی زیارت اور ان کے کلام سے میرے قلب پر وارد ہوسکتی تھیں۔ اس لئے جو شخص کسی شیخ کے پاس اپنی ذاتی کیفیات و حالات کو لے جاتا ہے تو شیخ کی زیارت اور مجالست اور کلام کی برکات اس سے منقطع ہو جاتی ہیں۔

صحت توبہ کی علامت

بو شیخی رحمۃ اللہ علیہ جن کی وفات ۳۴۸ھ میں ہوئی ہے انہوں نے فرمایا جب تم کو وہ گناہ یاد آوے جس سے توبہ کی تھی تو اس کے یاد آنے پر اس کی لذت محسوس نہ ہو تو یہ ہے صحیح توبہ کیونکہ یہ ایک طبعی امر ہے کہ گناہ کے تصور سے بھی نفس میں ایک گونہ لذت محسوس ہوتی ہے۔ پس توبہ کے کامل اور مقبول ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ اس کے تصور سے بھی لذت محسوس نہیں ہوتی۔

marfat.com

اصطلاحات تصوف (تلخیص)

(بحوالہ ماہنامہ سلسبیل اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۶۴ء)

خوشتراں باشد کہ سر دلبراں[1]
گفتہ آید در حدیث دیگراں
(رومی رحمۃ اللہ علیہ)

انسان اپنے خیالات کے اظہار کے لئے دو چیزوں کا محتاج ہے ایک عبارات دوسرے اشارات۔ عبارت کو الفاظ کا جامہ پہناسکتے ہیں لیکن اشارات و کنایات کے لئے الفاظ کا میدان تنگ ہے اور نہ ہی الفاظ میں اشارات و کنایات کا خاکہ کھینچا جاسکتاہے۔ مثلاً" چشم و ابرو کے اشارے، سر اور ہاتھ کی حرکات، شوخی کی ادائیں، شوخی کا جو مجسمہ کھڑا کردیتی ہیں وہ مردہ الفاظ اور بے جان عبارت کی قدرت سے باہر ہیں۔ حسرت و یاس کی جو تصویر ایک مایوس حسرت زدہ انسان کی صورت میں سامنے آسکتی ہیں اس کا خاکہ فن لغت کی کوئی کتاب نہیں کھینچ سکتی۔ الفاظ و عبارت میں یہ طاقت کہاں

آن مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید[2]
لیک حیرانم کہ نازش راچناں خواہد کشید

اگر عبارت کو ان چیزوں کا خاکہ کھینچنے میں کسی حد تک کامیابی ہوئی بھی ہے تو ان ہی تیوروں اور اشارات کی جانب اشارہ کرنے سے ہوئی ہے۔ تو جب زبان کی عبارت میں یہ تنگی موجود ہے تو اعلیٰ اور ادق علم کی باریکیوں، حقائق و معارف کی بلندیوں اور جذبات و کیفیات کی لطافتوں کے اظہار کی قدرت کہاں سے آسکتی ہے۔

۱۔ محبوبوں کے راز کس قدر دلنواز ہیں جو دوسروں کی زبان میں کہے گئے ہیں۔
۲۔ مصور (حقیقی) اس دلدار کی صورت اس طرح بنائے گا لیکن حیران ہوں کہ وہ اس کی ناز و ادا کو کس طرح تخلیق کرے گا۔

marfat.com

زبان و عبارت کی اسی تنگی کو دور کرنے کے لئے اور کلام میں وسعت پیدا کرنے کے لئے فن لغت ایجاد کیا گیا۔ لیکن فن لغت نے بھی بس یہی کام کیا کہ معانی کو مشکل الفاظ سے نکال کر آسان الفاظ میں ڈھال دیا یعنی ایک قید سے نکال کر دوسری قید میں مقید کردیا اور مختلف الفاظ مقرر کردیئے مگر وہ مشکل جوں کی توں ہی رہی۔ یعنی معانی کی وسعت کے سامنے لغوی قیود حائل رہیں۔ فن لغت نے نہ تو ان قیود وحدود میں وسعت پیدا کی اور نہ ہی معانی کو آزادانہ طور پر آشکارا کیا۔ ذرا سی دقت پیش آنے پر لغت کی قائم کردہ حدود تنگ نظر آنے لگتی ہیں بلکہ عام طور پر انہیں توڑ دیا جاتا ہے اور یہ بات روزمرہ کی گفتگو میں دیکھی جاسکتی ہے یعنی روزمرہ کی گفتگو میں لغوی قیودات سے آزاد ہوئے بغیر چارہ کار نہیں۔ مثلاً" لغت میں آگ صرف ایک جلانے والی چیز کو کہتے ہیں جس پر کھانا پکایا جاتا ہے۔ لیکن اہل زبان کے نزدیک ہر جلانے والی چیز آگ ہے' حسد بھی آگ ہے غصہ بھی آگ ہے' عشق بھی آگ ہے اور آگ بھی آگ ہے۔ ایسے ہی روزمرہ کی گفتگو میں بھی کلام میں زور پیدا کرنے کے لئے لغوی معنی سے کلام کو آزاد کردیا جاتا ہے۔ مثلاً" دن میں تارے نظر آنے لگے وغیرہ وغیرہ۔ اسی مقام سے اصطلاح بنانے کی ضرورت پیش آئی اور ہر اہل فن نے اپنی اپنی اصطلاحات ایجاد کیں تاکہ وہ لطیف و باریک اشارات جن کے بیان کرنے سے لغت عاجز ہے ان کو اصطلاحات کے ذریعہ بیان کیا جاسکے چنانچہ مختلف پہلوؤں کے اظہار کے لئے مختلف اصطلاحات مقرر کیں۔ کہیں تشبیہ و استعارہ سے کام لیا' کہیں نئے الفاظ وضع کئے' کہیں پرانے الفاظ کو لغوی بندشوں سے آزاد کرکے مختلف پیرایوں میں استعمال کیا۔ البتہ اس استعمال میں نہ تو لغت سے بالکل بے تعلقی برتی اور نہ لغوی حدود کی کوتاہیوں کو اپنے لئے سدراہ ہونے دیا۔ چنانچہ اس اصطلاح سازی سے کوئی فن بھی بے نیاز نہیں رہ سکا۔ مثلاً" علم فقہ' علم حدیث' علم کلام' طب' قانون' ہندسہ' فلسفہ' سائنس حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی شان میں ید' ساق' استویٰ وغیرہ اصطلاح بیان فرمائیں اور جنہیں اصطلاحات شریعت میں متشابہات سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اگر ذرا گہری نظر سے دیکھیں تو زمین و آسمان' عرش کرسی' شمس و قمر' ستارے اور سیارے' جنگل اور پہاڑ' تری اور خشکی سب اللہ تعالیٰ کی اصطلاحات ہیں غرض کہ کوئی فن بھی ہو اصطلاحات سے مستغنی نہ ہوسکا۔

marfat.com

فن تصوف میں اصطلاح کی ضرورت

تصوف کا چونکہ تعلق ماورائے محسوسات سے ہے اس لئے اس علم میں اصطلاحات سے کام لینے کی زیادہ ضرورت پیش آئی۔ اس لئے بھی کہ یہ فن تصوف انسان کو محسوس سے غیر محسوس اور معلوم سے نامعلوم کی طرف لے جاتا ہے تو ایسے لطیف فن کے لئے اصطلاحات سے کیسے بے پروائی برتی جاسکتی تھی جبکہ زبان لغوی حیثیت سے محدود تر ہو۔ اس فن کی لطافت کو دیکھتے ہوئے اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ بعض مضامین رموز و کنایات میں ادا کئے جائیں تاکہ یہ اسرار نااہلوں سے پوشیدہ رہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان کی نشاندہی بھی ہو جائے۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز[1]
ورنہ در مجلس رنداں خبر نیست کہ نیست

نیز اگر وہ رموز و کنایات صاف صاف بیان کردیئے جائیں تو فتنہ اور خرابی کا اندیشہ ہے جیسا کہ قرآن پاک میں جہاں احکام شرعیہ سے ہر شخص کے لئے پردہ اٹھادیا گیا ہے وہاں متشابہات کا بھی ایک ذخیرہ موجود ہے جو صرف انہی نفوس قدسیہ کا حصہ ہے جو اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ یہ بات قطعاً غلط ہے کہ علوم الہیہ تمام کے تمام بدیہات[2] میں سے ہیں اور پرائمری سکول کے بچے بھی سمجھ سکتے ہیں جیسا کہ آج کل اس بات کی بڑے زور سے تبلیغ کی جارہی ہے۔ یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی کلام اور کوئی کام موٹی سمجھ پر ختم نہیں ہوتا۔ اسے جس قدر کریدوگے باریکیاں نکلیں گی اور ترقی کا میدان وسیع سے وسیع تر ہوتا جائے گا۔

۱۔ مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ راز ظاہر نہ ہو ورنہ رندوں کی محفل میں ایسی کوئی بات نہیں جس کی انہیں خبر نہ ہو۔
۲۔ بدیہہ کی جمع' وہ بات جو بغیر غور و فکر کے سمجھ آجائے۔

marfat.com

اگر اسرار علمیہ بدیہی ہوں تو پھر فضیلت[1] بعض علیٰ بعض کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ باکمال اور بے کمال کا فرق ہی ختم ہوجاتا ہے۔ کلام الٰہی کو محکمات' متشابہات' مقطعات میں تقسیم کرنے کا منشا بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ رموز و اسرار کے علوم صرف ان پر منکشف ہوں جو اہل ہیں اور نااہل سے پوشیدہ رہیں۔

ادا شناس نئی دلبراخطا ایں جاست[2]

مصلحت الٰہی کا تقاضا ہے کہ اشیا کے ظواہر[3] کے ساتھ ان کے بواطن[4] بھی قائم رہیں۔ بیان حقائق کے لئے سوائے رموز کے اور کوئی صورت ممکن نہیں ورنہ تو بواطن کا سلسلہ ٹوٹ جاتا اور بواطن کا سلسلہ ٹوٹنے سے نظام عالم درہم برہم ہو جاتا۔ بس حکمت الٰہی اور سنت اللہ یوں ہی ہے کہ رموز و اسرار کے علوم ان پر ہی منکشف ہوں جو ان کی اہلیت رکھتے ہیں اور ایسے گو تعداد میں بہت کم ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوزی پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

لیکن رہ روان طریقت کے لئے اصطلاحات کا تقرر و تحفظ از بس ضروری ہے چونکہ سالکین اس کے نقصانات سے بچ جاتے ہیں اور سمجھ میں آجانے سے ترقی میں آسانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اہل کمال اور صاحب کیف و کشف کی اصطلاحات کے استعمال میں نہایت احتیاط کی ضرورت ہے۔ بلکہ تبرکاً" و

۱۔اس آیت کی طرف اشارہ ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ہم نے بعض رسولوں کو بعضوں پر فضیلت دی۔

۲۔ غلط یہ ہے کہ دلبرادا شناس نہیں۔

۳۔ ظاہر کی جمع

۴۔ باطن کی جمع

marfat.com

تقلیدا" بھی استعمال خطرہ سے خالی نہیں۔ اس لئے کہ ان اصطلاحات کی تعبیر میں افراط و تفریط سے بچنا عموماً سا لکین کی قوت سے باہر ہے' کیونکہ ان اسرار تک پہنچنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ ان شرائط کی نگہداشت جو اس راہ میں ضروری ہیں ہر شخص سے ممکن نہیں۔

[1]
مجازی نیست احوال حقیقت
نہ ہر کس یا بد اسرار طریقت

آج کے اس دور میں تصوف کی نازک ترین اصطلاحات کو بے دھڑک استعمال کی بے جا کوشش کی جارہی ہے غالبًا اصطلاحات کو استعمال کرنا ہی کمال تصوف سمجھ لیا گیا ہے۔ لیکن ایسے لوگوں کو یہ حق نہیں پہنچتا جنہوں نے ابھی تک کشف و سلوک کے راستے میں قدم تک نہیں رکھا اور صرف کتابی معلومات اور عقل کی طبع آزمائیوں کے زور سے اڑنے کی سعی لاحاصل میں مبتلا ہیں۔ یاد رکھئے تصوف علم و عمل اور حال و قال کے مجموعہ کا نام ہے جب تک عمل اور کیف کے میدان میں قدم نہ بڑھایا جائے نہ تصوف سے کچھ ہاتھ آسکتا ہے اور نہ تصوف کی اصطلاحات سے۔

[2]
بفکرت خواستم از سر وحدت یابم آگاہی
خطاب آمد کہ از پیر مغاں خواہ آنچہ میخواہی

۱۔ جس طرح احوال حقیقت' مجاز کے بس کی بات نہیں اسی طرح ہر شخص اسرار طریقت نہیں پا سکتا۔
۲۔ وحدت کا راز تیری مدد سے میں نے چاہا تو مجھے عرفان نصیب ہوا شیخ کامل نے فرمایا جو تو چاہتا ہے وہ حاصل کرلے

marfat.com

حالات وجدانی کی تعبیر کے لئے مخصوص ہوں یہ انہی کا حصہ ہے جو اصحاب احوال و مواجید[1] ہیں' نہ اہل عقل کو ان میں دخل ہے نہ اہل تقلید کو۔ عقیدت مند حضرات کے لئے بھی اہل کمال اور صاحب کیف و کشف کی اصطلاحات کا تبرکاً" یا تقلیداً" استعمال خطرہ سے خالی نہیں۔ مقلد صحیح حالات و کیفیات سے لاعلم ہوتا ہے' اصطلاحات کی تعبیر میں افراط و تفریط سے بچنا اس کی قوت سے باہر ہے۔اہل تصوف کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ ارباب شہود اپنے ہم مشرب اور ہم مذاق حضرات کے سامنے اپنی کیفیات قلبی اور اپنے ادراکات[2] محسوسات کا اظہار کرتے تھے۔ عوام کے سامنے ان کا استعمال جائز نہ سمجھتے تھے اور اپنی کتابوں کو نااہل کے لئے حرام قرار دیتے تھے۔ اس احتیاط کے برتنے سے وہی لوگ معذور تصور کئے گئے ہیں جو مغلوب الحال ہیں۔

۱۔ بت

تشریح۔ عام طور پر بت اس جسد بے روح کو کہتے ہیں جو سنگ تراش یا بت گر نے پتھر تراش کر یا مٹی وغیرہ سے یا کسی اور طرح کی صورت یا شبیہہ بنا کر تیار کیا ہو۔ اہل باطل اس غیر ذی روح مجسمہ کو پوجتے ہیں یا اس کے پردہ میں اس کی پرستش کرتے ہیں جس کی وہ شبیہہ تیار کی گئی ہے۔ لیکن اہل مجاز اور عوام کے نزدیک اس کے معنی کسی قدر وسیع ہوگئے ہیں۔ ان کے نزدیک ہر وہ چیز غیر خدا ہے جس کی پرستش میں لوگ غلطی سے مبتلا ہو جاتے ہیں اس کا نام بت ہے۔ اس کی پرستش کو بت پرستی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ایسے ہی وہ بھی بت پرست ہیں جن کا مقصود محض دنیا ہے

۱۔ وجد کی جمع
۲۔ ادراک کی جمع

marfat.com

گویا کہ وہ اس کے بندے ہیں اور اس کی پوجا میں مشغول ہیں۔ ایسے ہی کہ حسب و جاہ کے سامنے سجدہ ریز یا کسی صورت میں مقید و مبتلا ہیں اسی طرح کوئی الفاظ میں گھرا ہوا ہے اور معنی سے روگرداں ہے۔

ہر حال ہر ایک کا قبلہ اور سجدہ گاہ الگ الگ ہے جیسا کہ رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

قبلہ شاہاں بود تاج و گہر
قبلہ ارباب دنیا سیم و زر

قبلہ صورت پرستاں آب و گل
قبلہ معنی شناساں جان و دل

قبلہ زہاد محراب قبول
قبلہ بد سیرتاں کار فضول

قبلہ عاشق وصال بے زوال
قبلہ عارف جمال ذوالجلال

خاص استعمال

صوفی چونکہ باریک بین اور بلند پرواز ہوتا ہے اس لئے اس کے مفہوم اور

۔ بادشاہوں کا قبلہ موتی اور تاج ہے' اہل دنیا کا قبلہ مال و دولت ہے۔ صورت کے پجاریوں کا قبلہ پانی اور مٹی ہے۔ اہدوں کا قبلہ محراب ہے' بدسیدیوں کا قبلہ فضولیات ہیں' عاشق کا قبلہ رب کائنات کا وصال ہے جبکہ عارف کا قبلہ ن رب کائنات ہے۔

marfat.com

مصداق بھی دوسرے حضرات سے بلند ہوتے ہیں۔ صوفی کے نزدیک ہر وہ چیز جس پر ماسویٰ کا اطلاق ہوتا ہے مظہر ہے ہستی مطلق کا۔ ہر صنعت دلیل ہے صانع پر۔ ہر تعین متعین کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ ہر ظاہر اپنے دامن میں باطن کو لپیٹے ہوئے ہے۔ ہر صورت کے اندر روح ہے۔ ہر مجاز کی تہ میں حقیقت ہے۔

درون[1] ہر بتے جانیست پنہاں
بزیر کفر ایمانیست پنہاں

اس لئے صوفی کے نزدیک ہر مظہر بت ہے اور یہ کائنات بت خانہ ہے جو مظاہر یعنی بتوں سے پر ہے۔ چونکہ کائنات کی ہر چیز مظہر ہے واحد حقیقی کی اور ہر چیز اسی کی جانب راہنمائی کرتی ہے اس لئے ہر چیز بت ہے اور جملہ مظاہر کو مظاہر ہونے کی حیثیت سے دیکھنا اور ان میں مظہر کو ٹٹولنا صوفیا کی اصطلاح میں بت پرستی ہے۔

چو[2] اشیاء ہست ہستی را مظاہر
ازاں جملہ یکے بت باشد آخر

اس لئے بت سے کبھی وحدت یا جمعیت وحدت ذاتیہ کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے اور کبھی انسان کامل کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔

۱۔ ہر بت کے اندر ایک جان پوشیدہ ہے اور کفر کے نیچے ایمان مخفی ہے۔
۲۔ پوری کائنات ذات رب کی مظہر ہے۔

marfat.com

آخری بات

ہر چیز کے درمیان دو پہلو ہوتے ہیں' مذموم اور محمود۔ مذموم پہلو تو یہ ہے کہ وہ چیز طالب و مطلوب کے درمیان رکاوٹ ہو جائے اور محمود پہلو یہ ہے کہ وہ دونوں کے درمیان واسطہ بن جائے۔ بت چونکہ درمیانی چیز ہے' اس کے بھی دو پہلو ہیں۔ بت پرست اس کے مذموم پہلو سے تعلق رکھتے ہیں اور خدا پرست اس کے محمود پہلو سے۔

۲۔ بت خانہ ۔ بتکدہ ۔ دیر

تشریح: صوفی کے نزدیک ہر وہ چیز جو خدا تک پہنچنے میں واسطہ اور ذریعہ بنے بت ہے تو لازمی طور پر بت خانہ اور بت کدہ اور دیر سے مندرجہ ذیل چیزیں ہی مراد ہو سکتی ہیں۔ خانقاہ' شیخ' مرشد کے رہنے کی جگہ۔ عارف کامل کا باطن' جو جذبات الٰہی اور کیفیات روحانی اور ذوق و شوق و معارف الٰہی کا گنجینہ ہوتا ہے۔

۳۔ **بت ترسا بچہ:** علوم تصوف میں عموماً اور تصوف کی شاعری میں خصوصی طور پر بت ترسابچہ سے حقیقت محمدیہ ﷺ مراد ہوتی ہے۔

۴۔ **برق:** وہ لمعان نور جو سالک کے قلب پر وارد ہوتے ہیں اور اسے سیرالی اللہ کی جانب کھینچتے ہیں۔

۵۔ **بلا:** موانعات سلوک یعنی ہر وہ چیز جو وصول الی اللہ میں مانع ہو اور توجہ الی اللہ کو ہٹانے والی چیزیں ہوں۔

۶۔ **بام:** محل تجلیات

۷۔ **بلبل:** اس عارف ربانی کو کہا جاتا ہے جو سالک نفس امارہ سے چھٹکارا پاکر ہمیشہ ذکر و فکر میں مشغول رہتا ہو۔

marfat.com

۸۔ **بہار:** سالکوں کی ذوق و شوق کی حالت کو بہار سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۹۔ **بیاباں:** راہ طلب میں سالک پر جو واقعات گزرتے ہیں اور جو معاملات راہ طریقت میں اس کو پیش آتے ہیں ان کو بیاباں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۱۰۔ **بیماری:** سالکین کی اصطلاح میں درد دل، غم ہجراں، قلق درونی یا وہ اخلاقی اور روحانی کمزوریاں جو سلوک کے راستے پر چلنے نہ دیں یا ماسوئ اللہ کی محبت۔

۱۱۔ **بہشت:** جمال مطلق کا مظہر، رضائے الٰہی کا محل، خوشنودی پروردگار پر انعامات۔

۱۲۔ **بیداری:** عالم صحو یعنی ہشیاری۔

۱۳۔ **آہو:** وہ فرد کامل جو وادی قدس کی فضا میں شیونات[1] ذاتیہ کی لذت سے خوش عیشیوں میں چوکڑیاں بھرتا پھرے۔

۱۴۔ **آہ:** یہ کمال عشق کی ایک علامت ہے جس کے بیان سے زبان و قلم عاجز ہیں۔

زشوق عشق محبوب الٰہی آنچناں گشتم[2]
کہ تصویرم مصور در کشد برصورت آہے

غرضکہ ہر وہ چیز جو ماسوائے اللہ کے تحت میں ہے اور جس میں الجھ کر رہے جانا بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجاب ثابت ہو بت ہے۔ خواہ وہ صورت ہو یا سیرت، خیال ہو یا

۱۔ "شان" کی جمع الجمع: وہ مقام جہاں ذات خداوندی سے صفات خداوندی قائم ہیں۔
۲۔ عشق کی فراوانی سے میں یوں محبوب الٰہی ہو گیا ہوں کہ میری تصویر مصور نے ایک آہ کی صورت میں کھینچ دی ہے

marfat.com

عمل، عادت ہو یا رسم اور اس میں انہماک بت پرستی ہے۔ ماسویٰ کی خواہش حجاب ہے اور نفس بھی ماسویٰ میں آتا ہے اس لئے خواہشات نفسانی کی پیروی بھی بہت بڑا حجاب اور اللہ کے راستے میں بڑی رکاوٹ ہے۔

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ[1]

ایسے لوگوں کا عقیدہ بھی جو خدا کی ہستی کے تو قائل ہیں مگر اسے ان اسماء و صفات سے نہیں پہچانتے جن سے اس نے اپنے آپ کو موصوف فرمایا ہے بلکہ اپنی ہی عقل سے یا اپنے باپ دادا سے سن کر کوئی خاص صورت قرار دے لی ہے اور اپنی اس اعتقادی صورت میں اسے اپنے نزدیک مقید کرلیا ہے۔ حالانکہ حق سبحانہ‘ تعالیٰ اس سے منزہ و برتر ہے۔ ایسی اعتقادی صورت بھی بت ہے کیونکہ انہوں نے یہ اعتقادی صورت خود تراشی۔

[2]چوں دور شد نقاب جلال از جمال دوست
گرد دعیاں کہ عابد حق بود بت پرست

بعض علما و فضلا کا ایسا طبقہ بکثرت پایا جاتا ہے جو نہایت درجہ پابند صوم و صلوٰۃ ہیں لیکن ان کا یہ علم و فضل اور یہ رسمی عبادت حجاب بن کر رہ گئی ہے جو مقصود اصلی تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں۔ ان میں الجھ کر رہ گئے ہیں۔ ذریعہ کو مقصد اصلی سمجھ کر اس میں حد درجہ کے انہماک سے مقصد اصلی ان سے اوجھل ہوگیا ہے۔

۱۔ کیا تونے دیکھا ہے کہ یہ لوگ کیسے خواہشات کو خدا بنائے پھرتے ہیں۔

۲۔ جب جلال کا پردہ دوست کے حسن سے دور ہٹا تو یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ زاہد یقیناً ''بت پرست ہے۔

marfat.com

فقیہاں دفترے رامی پرستند[1]
حرم جویاں درے رامی پرستند

برافگن پردہ تامعلوم گردد
کہ یاراں دیگرے رامی پرستند

مندرجہ بالا استعمال تو صوفی اور غیر صوفی دونوں میں مشترک ہے، لیکن صوفیا کے نزدیک بت یا بت پرستی کی اصطلاحیں مواقع کے لحاظ سے مختلف معنوں میں استعمال ہوتی ہیں۔ لفظ بت سے کہیں ماسوائے اللہ مراد ہوتا ہے، کہیں مظہر، یا مظہر عشق، یا تعین، یا تجلی شہودی، یا صوفی اس سے اپنے مطلوب کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ کہیں وحدت یا جمعیت وحدت ذاتیہ کا مفہوم اس سے ادا کرتا ہے۔

۱۔ علما کتابوں کے پجاری ہیں، متلاشی حرم در و دیوار کے پرستار ہیں۔ تو پردہ اٹھا! تاکہ معلوم ہو جائے کہ یار لوگ تو ایک دوسری ذات کے پجاری ہیں

marfat.com